ابریل
2022ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَمَضَان

اے اللہ! ماہِ رمضان کو ہمارے لیے خیر و برکت والا بنادے

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 16
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران)
رمضان المبارک: 1443ھ
شمارہ : 04
اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر)
اپریل : 2022ء

ISSN : 2305-6231

ماہنامہ

حِکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
ڈاکٹر طالب حسین سیال
حاجی محمد منظور انور
پروفیسر خلیل الرحمٰن
عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 600 روپے
معمول کا شمارہ: 60 روپے
اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		6
حرفِ آرزو	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقی	9
ماہِ رمضان المبارک کا مقصد؟	5	انجینئر عبداللہ اسماعیل	23
...... مطالعۂ سورۃ الکھف (4)	6	محمد نعمان اصغر	29
رمضان المبارک کا استقبال کیجیے	7	حافظ عطاء الرحمٰن	43
تربیت اولاد کے اسلامی اصول (5)	8	حافظ خالد حیات محمود	51
ماہِ رمضان کی برکتیں کیسے سمیٹیں؟	9	ع۔ت بنت فاروقی	56
بے حیائی اور لادینیت کو روکنے کی ضرورت	10	محمد منظور انور	58
’’ماند پڑ جائے گی ہر ملحد مفکر کی چمک‘‘	11	ڈاکٹر ممتاز عمر	62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

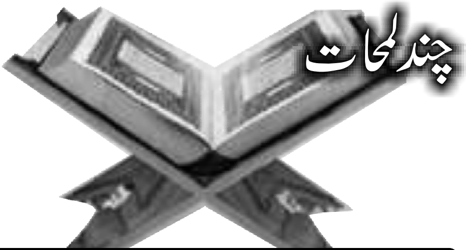

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	185-188

شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ

(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا

ہُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ

جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (جس میں) کھلی نشانیاں ہیں

ہدایت کی اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی

فَمَنۡ شَہِدَ مِنۡکُمُ الشَّہۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ

تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اُسے چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے

وَ مَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ

اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا

وَ لِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ

اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو

وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ

اور (اے پیغمبر ﷺ) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں

تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ راہِ راست پائیں

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ

روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

اللہ کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ

سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر کیا

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو چیز

تمہارے لیے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو (اللہ سے) طلب کرو

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا

اور کھاؤ اور پیو

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ

اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا

یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٨٧﴾

تاکہ وہ پرہیزگار بنیں

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾

تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (القرآن)

روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُبَشِّرُ أَصْحَابَهٗ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جَاءَ كُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ،

تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آ گیا ہے، یہ برکت والا مہینہ ہے،

افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ

اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزوں کو فرض کیا ہے

تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ

اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں

وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ،

اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے

فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ

اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے

مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ

جو اس کی خیر سے محروم ہو گیا وہ تو محروم ہی ہو گیا

(مسند احمد، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ؔ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

حرفِ آرزُو

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مسلمانوں کی خلافت کی طرف پیش قدمی

گزشتہ دو ماہ سے ان صفحات میں مسلمانوں کی خلافت کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ وہ خلافت کہ جس کا وعدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ نور کی آیت نمبر 55 میں کیا ہے اور اس آیت میں ہی اس خلافت کے لوازم کا ذکر بھی کر دیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد ایمان اور عمل صالح کے تقاضے ادا کرے۔ پھر اسی آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ خلافت کے قائم ہونے سے ہی اللہ کی بندگی مکمل ہوتی ہے ﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ اور خلافت کے قیام کے بغیر شرک سے کلیتہً بچنا ناممکن ہے۔ وہ توحید اختیار کرنا جس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو صرف نظامِ خلافت کے تحت ہی ممکن ہے۔ مزید برآں آیت کے آخری حصے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے وعید بھی ہمارے سامنے آ چکی ہے کہ اس کے بعد بھی جو لوگ انکار کریں وہی نافرمان ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اگلی ہی آیت (آیت نمبر 56) میں اس خلافت کی طرف پیش قدمی کے لیے ہماری رہنمائی بھی فرما دی ہے اور وہ یہ کہ سب سے پہلے تمام مسلمان اقامتِ صلوٰۃ و ایتائے زکوٰۃ پر عمل پیرا ہو جائیں اور آنحضور ﷺ کی اطاعت اختیار کر لیں۔ اپنی ذاتی زندگی کو آنحضور ﷺ کی زندگی کے قریب سے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔

اسی سلسلے کا اگلا قدم بھی اسی اطاعت رسول ﷺ میں ہی پنہاں ہے اور وہ یہ کہ آنحضور ﷺ ہی کے اختیار کردہ طریقہ کار پر چلتے ہوئے اس نظام کے قیام کے لیے اجتماعی طور پر پیش قدمی کی جائے۔ یہ بھی اطاعت رسول ﷺ ہی کا تقاضا ہے۔ آنحضور ﷺ جس طرح ایک انقلابی نظریے کو لے کر اٹھے اسی کی دعوت و تبلیغ کی۔ اس دعوت کے نتیجے میں ایمان لانے والوں کو منظّم کیا اور ان کی تربیت فرمائی۔ جب تک اہل ایمان ساتھیوں کی تعداد کم تھی اس وقت تک ہر قسم کے حالات کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا مگر اپنے انقلابی نظریہ پر ثابت قدم رہے اور جب اہل ایمان ساتھیوں کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی کہ کفر سے ٹکرانا ممکن نظر آیا تو اپنے آپ کو کفر سے ٹکرا دیا اور ایک طویل جدوجہد کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی اور خلافت کا وعدہ پورا فرمایا۔ (بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِق (الانبیاء:18) ''بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے''۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (اسراء:81) ''حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا بے شک باطل نابود ہونے والا ہے''۔

سورہ نور آیت نمبر 56 کا ہم سے مطالبہ ہے کہ ہم بھی آنحضور ﷺ کی اطاعت میں اس نظامِ باطل سے ٹکرانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، دین کے غلبے کے لیے جماعتی زندگی اختیار کریں اور کسی جماعت کا حصہ بنیں اور پھر اس مقصد کے لیے اپنی تربیت پر اور دوسروں کو دعوت دینے کی طرف بھرپور طور پر متوجہ ہوں اور اس راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ پر صبر کر کے ثابت قدم رہیں۔ جماعت کی مضبوطی (بلحاظ نظم وضبط اور تعداد) پر توجہ کریں تاوقتیکہ کفر سے ٹکرانے کا مرحلہ آجائے اور جب تک یہ مرحلہ نہیں آتا اس وقت تک اس کام میں اپنا تن، من، دھن کھپائے رکھیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسی دھن میں اپنی پوری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔
بجوائے آیت قرآنی قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

؎ میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس : انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

آیات 40 تا 46

ان آیات سے سورۂ بقرہ کا پانچواں رکوع شروع ہو رہا ہے اور یہاں سے لے کر چودھویں رکوع تک (دس رکوعوں میں) یہود سے خطاب ہے اور ان کے جرائم کا ذکر کیا گیا ہے (اہل کتاب کا وہ گروہ جو بنیادی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا وہ یہود کہلاتا ہے) اور چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک وہ دنیا میں اللہ کے نمائندے شمار ہوتے تھے وہ اپنے آپ کو کہتے تھے کہ ہم اللہ کے نمائندے ہیں، اللہ کی ہدایت کے CUSTODIAN ہم ہیں، مسلسل چودہ سو برس تک نبوت و رسالت کا تار ہمارے ہاں ٹوٹا ہی نہیں ہے اور اس کے بھی ہم امین ہیں لیکن ان کا عمل اس زبانی دعویٰ کے خلاف تھا۔ لہٰذا اللہ نے ان کے جرائم ان کو گنوائے ہیں اور پھر ان کو گویا معزول کر دیا ہے۔

ان دس رکوعوں میں سے پہلا رکوع تمہید کا درجہ رکھتا ہے اور اس میں بھی دعوت کا اور سمجھانے کا انداز ہے کہ تم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو، تمہیں تو سب سے زیادہ پہل کرنی چاہیے تھی اس لیے کہ تمہاری کتابوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی تفاصیل درج ہیں تو تمہیں تو سب سے بڑھ کر ایمان لانا چاہیے تھا۔ پہلے رکوع میں دعوت کا انداز ہے اور باقی 9 رکوعوں میں ان کے جرائم گنوائے گئے ہیں کہ تمہاری یہ یہ غلطی ہے یہ یہ نافرمانی ہے۔ اسی میں یہ بات بھی پوشیدہ

ہے کہ جس طرح پہلے رکوع میں، جو دیباچہ ہے، محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے، باقی 9 رکوع میں بھی وہ دعوت مشترک ہے۔ درمیان میں ایک آیت ہے جس کو بعض لوگوں نے الگ کر کے دیکھا ہے تو اس سے یہ مفہوم نکالا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے حالانکہ وہ تو اس میں رچا بسا ہوا ہے پورا قرآن محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے اسی کی بات کی جارہی ہے اور یہاں ابتدائی رکوع میں محمد ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے تو ایک آیت سے یہ مفہوم نکالنا درست نہیں۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل!

اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ دنیا میں اِس وقت جو تین بڑے مذاہب ہیں: اسلام، یہودیت اور نصرانیت، یہ تینوں جہاں جا کر مل جاتے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت ہے کہ تینوں مذاہب کے نزدیک وہ محترم شخصیت ہیں۔ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے: ایک اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسماعیل کی اولاد میں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور حضرت اسحاق کی اولاد میں ان کے بیٹے تھے یعقوبؑ، جن کا لقب ہے اسرائیل۔ ان کے آگے بارہ بیٹے تھے جن سے ان کی نسل چلی ہے تو اسرائیلؑ کی اولاد کو بنی اسرئیل کہا جاتا ہے۔ جیسے ہماری ہاں میں بھی ہے کہ کسی بڑے آدمی کی طرف اس کا سارا خاندان منسوب ہوتا ہے۔ جیسے مرید کے اور کامونکی کے الفاظ ہیں اس نام کا کوئی مشہور آدمی ہوگا جس کی اولاد اس کے نام کے ساتھ منسوب ہے تو بنی اسرائیل کا معنی اسرائیل والے یا اسرائیل کا گھرانہ ہے۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے اسرائیل کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ یاد کرو میری نعمتوں کو جو میں نے تم پر کی ہیں

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ اور جو میرے ساتھ تمہارا وعدہ ہے تم اس کو پورا کرو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا جو تمہارے ساتھ ہے۔

یہ وعدہ کیا ہے؟ تورات میں لکھا ہوگا کہ جو نبی آخر الزمان آئے گا اس پر تم ایمان لاؤ گے اور اس کے ساتھ ہو کر نکلو گے اور اللہ کے دین کا غلبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اور عزت عطا فرمائے گا۔

وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ اور مجھ ہی سے ڈرو

وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اور مان لو اس کتاب کو جو نازل ہوئی ہے تصدیق کرتی ہوئی اس کی جو تمہارے پاس ہے

قرآن اُترا ہے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہ اس سے پہلے جو تورات کتاب تھی وہ بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھی، جو زبور تھی وہ بھی اللہ کی طرف سے تھی اور جو انجیل اُتری تھی وہ بھی اللہ کی طرف سے تھی۔

وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ اور پہلے کافر تو نہ بنو۔ پہلے انکار کرنے والے تو نہ بنو

اگر مشرکینِ مکہ نہیں مان رہے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک (تقریباً ڈھائی ہزار سال کا وقفہ ہے) ان کے ہاں کوئی نبی نہیں آیا۔ نبوت و رسالت کیا ہے؟ وحی کیا ہے؟ کتاب کیا ہے؟ ان کے ہاں اس کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے لہٰذا وہ نہیں مان رہے تو کوئی جواز بن سکتا ہے کہ کچھ مہلت لے لیں۔ تمہارے پاس تو سب کچھ موجود ہے تم انبیاء کے وارث ہو، کتاب کا علم تمہارے پاس ہے، تورات تمہارے پاس ہے تورات میں تذکرہ موجود ہے۔ ان کی تورات میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک کی نشانیاں موجود تھیں۔ جب بیت المقدس فتح ہوا تو ان کے علماء نے اپنی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشانیاں دیکھ کر بغیر لڑے بیت المقدس کی چابیاں مسلمانوں کو دے دیں تھیں۔ تو جس کتاب میں حضرت عمرؓ کی نشانیاں درج ہوں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ درج نہیں ہوگا؟ یقیناً درج تھا۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ اسی لیے فرمارہا ہے: تم پہلے کافر تو نہ بنو۔ تمہیں تو پہل کر کے مسلمان ہونا چاہیے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینا چاہیے۔

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور دنیا کے تھوڑے مفاد کے لیے میری نشانیوں کو نہ بیچو

اس دنیا کا مفاد تھوڑا سا معاوضہ ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاؤ گے تو مکے والوں کے ساتھ تمہاری دوستی کتنا چل جائے گی۔ وہ بھی چار پانچ سال کے بعد تو ویسے ہی وہاں سے ان کو دیس نکالا مل گیا تو پھر وہ فائدہ کتنے دن چلا جو انھوں نے حاصل کیا۔

وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ اور دیکھو مجھ ہی سے ڈرو

میرا حق بنتا ہے کہ مجھ ہی سے ڈرو لیکن تم اور کسی سے ڈرو گے تو اس کا انجام بھی تمہیں

بھگتنا پڑے گا۔

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ اور حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو

اگر تمہیں معلوم ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے تو آگے بڑھ کر اس کو قبول کرو پھر یہ مت سوچو کہ دنیاوی طور پر کتنا نقصان ہو جائے گا۔ اگر حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کر دو گے تو پھر نقصان تمہارا ہے۔ حق اور باطل کو آپس میں خلط ملط نہ کرو کہ بعد میں پھر حق کی پہچان ہی مشکل ہو جائے۔

وَتَكۡتُمُوا الۡحَقَّ اور حق کو مت چھپاؤ

جو تمہارے پاس حق ہے اس کو ظاہر کرو۔ قرآن مجید میں یہی حکم ہے اللہ کو ماننے والوں اور آخرت کو ماننے والوں کے لیے کہ جو تمہارے پاس حق ہے اس کو سب کے سامنے ظاہر کرو یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔

وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ جانتے بوجھتے یہ کام نہ کرو

غلطی میں ہو جائے یا نادانی میں ہو جائے تو اللہ معاف کرے گا لیکن جب انسان جانتے بوجھتے غلط کام کرتا ہے تو اس کا سب سے بڑا وبال یہ ہے کہ اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ جو آدمی غلطی سے کوئی گناہ کرتا ہے جب اس پر سے جذبات اترتے ہیں تو آدمی کو احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کر لی ہے میں اللہ سے معافی مانگوں توبہ کروں پھر صحیح روش اختیار کروں لیکن جو آدمی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کر رہا ہے دنیاوی مفادات کے چکر میں یہ کام کر رہا ہے اس کو توبہ کی توفیق بہت ہی کم صورتوں میں نصیب ہوتی ہے یہ سب سے بڑا وبال ہے اس کا۔

وَ اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾ اور (اے اہل کتاب، اے تورات کے ماننے والو!) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو (یہ مسلمان) اللہ کے سامنے جھک رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اللہ کے سامنے جھک جاؤ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لو ان کی اتباع شروع کر دو ان پر ایمان لاؤ اور جیسے یہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہے ہیں، اللہ کی بندگی کر رہے ہیں، نماز قائم کر رہے ہیں، زکوٰۃ ادا کر رہے ہیں، اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں تم بھی

انہی کی طرح اللہ کے سامنے جھک جاؤ۔ یہ ان کو سمجھانے کا انداز ہے۔ دعوت کا انداز اور ہوتا ہے اور ڈانٹنے کا انداز اور ہوتا ہے، یہ ہے دعوت کا انداز ہے اگلے نو رکوعوں میں ڈانٹنے کا انداز ہے، وہاں آپ خود اندازہ کرلیں گے کہ گفتگو کے انداز میں کتنا فرق ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا لوگوں کو تم نیکی کا حکم دیتے ہو

کہ سچ بولو، اچھے کام کرو، اللہ کا کہنا اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔

وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو

لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہو اور جب موقع آتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو قبول کرنے کا اس کو تم بھول جاتے ہو۔

وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ تم تو کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ تورات پڑھتے ہو۔

یہ ساری نصیحتیں تورات میں بھی درج ہیں جو قرآن میں آ رہی ہیں۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

کیا تمہارے اندر دو اور دو چار کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ ایک اصول تم دوسروں کے لیے جائز قرار دیتے ہو اور اپنے لیے اس پر عمل نہیں کرتے۔ عقل سے پیدل آدمی ہی ایسا کرسکتا ہے۔ اگر کسی کے اندر شعور ہے عقل (INTELLECT) ہے وہ جو پیمانہ دوسروں کے لیے بنائے گا اسی پیمانے پر اپنے آپ کو بھی پرکھے گا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تمہیں عقل نہیں ہے سوچتے نہیں ہو۔

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اور استعانت حاصل کرو صبر اور نماز سے۔

یہی تلقین آگے اہل ایمان کے لیے آ رہی ہے۔ مسلمان آزمائش کی بھٹیوں سے گزر کر آئے ہیں، ان کا کردار تمہارے سامنے ہے۔ تم بھی کتاب کے دعویدار ہو اور یہ جو مسلمان ہیں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، دوسرے صحابہؓ ہیں یہ بھی اللہ کو ماننے کے دعویدار ہیں کردار کا فرق دیکھ لو، فرق صاف ظاہر ہے۔ تمہیں بھی چاہیے کہ ان کی طرح بن جاؤ۔ آگے جہاد کے مراحل آنے والے ہیں قتال کے مراحل آنے والے ہیں اس میں تم بھی ان مسلمانوں کے ساتھ آ جاؤ اور صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ استعانت حاصل کرو۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ بے شک یہ بہت بھاری چیز ہے مگر ان لوگوں پر جو اللہ کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

یہ نماز اور صبر بہت بھاری چیز ہے، بہت مشکل کام ہے آسان نہیں ہے جب تک آدمی فیصلہ نہ کر لے جب تک اس کے اندر DETERMINATION نہ ہو کہ میں نے یہ کام کرنا ہے اللہ کی اطاعت کرنی ہے اس وقت تک کام نہیں ہوگا۔

جو لوگ اللہ کے سامنے جھکنے والے ہیں جو اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں خضوع اختیار کرنے والے ہیں ان پر یہ بات آسان ہے دوسرے شخص کے لیے یہ بات آسان نہیں ہے۔ وہ جھکنے والے کون ہیں؟ وہ ہیں اصل جھکنے والے اللہ سے ڈرنے والے

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ جنہیں یہ یقین ہے کہ ایک دن وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔

اللہ کے سامنے پیشی ہوگی ہر چیز کا حساب کتاب دینا پڑے گا اس وقت سے وہ ڈر جاتے ہیں اور آج غلط کاموں سے بچ جاتے ہیں ان کے لیے صبر کرنا، ان کے لیے نماز کا قائم کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اگر یہ ACCOUNTABILITY (جواب دہی) کا اور اللہ کے سامنے پیشی کا احساس نہ ہو تو پھر کوئی چیز انسان کو اس راستے پر نہیں لا سکتی۔

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

یعنی حقیقتاً اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں یہ یقین ہے کہ اللہ کے ساتھ ملاقات ہے اور بالآخر تمام معاملات اسی کے سامنے پیش ہوں گے اور آخری فیصلے اللہ کی عدالت میں ہوں گے قیامت کے دن۔

آیات 47 تا 59

اب یہاں تمہید ختم ہوئی اور وہ 9 رکوع شروع ہو رہے ہیں جن میں بنی اسرائیل کے جرائم اور خلاف ورزیوں کا تذکرہ ہے۔ ان رکوعوں کے اوّل و آخر میں دو آیتیں تقریباً ایک جیسی ہیں تھوڑا سا لفظی فرق ہے۔ یہ مضمون کا آغاز ہے اور وہ انتہا ہے، اس کے درمیان میں فردِ قراردادِ جرم یہود پر لاگو کی گئی ہے کہ یہ یہ تمہاری نافرمانیاں ہیں تم کہتے ہو کہ ہم اللہ کے چہیتے ہیں

﴿نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾ لیکن تمہارے کام تو یہ ہیں۔ جس کا وہ انکار نہیں کر سکے۔ اسی لیے ان کو اللہ کی نمائندگی کے اعلیٰ ارفع مقام سے معزول کر دیا گیا اور مسلمانوں کو اس مقام پر فائز کر دیا۔

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اے اسرائیل کی اولاد! اے یعقوبؑ کی اولاد!

اسرائیل کا لفظی معنی: 'اِسر' اسیر سے بنا ہے اس کا معنی ہے قیدی/غلام اور 'ایل' عبرانی زبان میں اللہ کے لیے آتا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے اللہ کا غلام۔ اسرائیل عبداللہ کے معنی میں آتا ہے۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا وہ اسی لقب سے زیادہ مشہور ہو گئے۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ یاد کرو میری نعمتوں کو جو میں نے تم پر کی تھیں

وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾ اور بے شک میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

اگر یہود کی تاریخ سامنے ہو تو اس آیت کا مصداق زیادہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے رہائی ملی تو اس کے بعد تقریباً ڈھائی سو سال تو وہ مختلف ادوار سے گزرتے رہے ہیں پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا دور آیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور تو ان کے عروج کا دور ہے۔ جیسے مغلوں کی حکومت میں مغل اعظم کا دور ایک سنہری دور شمار ہوتا ہے اسی طرح یہود کی تاریخ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور بے مثال دور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی بھی تھے اور بہت بڑے بادشاہ بھی، اور ان کی بادشاہت صرف زمین پر ہی نہیں تھی بلکہ ہواؤں پر، جنوں پر اور تمام مخلوقات پر قائم تھی یہ ان کا سنہری دور تھا جس کو وہ آج تک یاد کرتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی اس تاریخ کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ یاد کرو کہ میں نے تم پر کتنے احسان کیے۔

وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے انسان کے کام نہیں آئے گا۔

'پدرم سلطان بود' (میرا باپ بادشاہ تھا) کہنے سے کسی کو دنیا میں کوئی مقصد حاصل نہیں

ہوتا اور آخرت میں تو بالکل حاصل نہیں ہوگا۔تم یہ سمجھتے رہو کہ ہمارا ماضی بڑا اچھا گزرا ہے اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دے گا ہمارے کرتوت معاف کردے گا تو یہ ہونے والا نہیں ہے۔ اب دیکھو کہ تم کیا کررہے ہو جو تمہارے آج کے کرتوت ہیں ان کا بھی حساب کتاب ہونا ہے اللہ کے سامنے پیشی ہونی ہے۔تو اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے انسان کے کام نہیں آئے گا۔ ہر شخص اپنے اعمال کا جواب خود بھگتے گا۔کوئی دوسرے کے کام تبھی آ سکتا ہے کہ وہ خود بڑا پاک صاف ہو اور بخشا بخشایا ہو اور دوسروں کے کام کرا رہا ہو۔ وہاں تو ہر کوئی نفسا نفسی کے عالم میں ہوگا کون کسی کے کام آئے گا۔

وَّ لَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّ لَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ اور نہ اس دن کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس دن کوئی بدلہ اور فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی اس دن کوئی ان کی مدد کو پہنچے گا۔

اس دن سے ڈرو اور اپنے عمل پیش کرنے کی تیاری کرو۔ آگے ان کی تاریخ کے اہم واقعات کا خلاصہ ہے ایک ایک آیت میں طویل واقعات کا خلاصہ بیان کردیا گیا ہے۔ اگر ان کی تاریخ کے سارے واقعات انسان کے سامنے ہوں تو بات سمجھنا آسان ہوجائے گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تھے۔مصر میں بنی اسرائیل فرعون کی غلامی میں تھے۔فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ جیسے ہمارے ہاں مغل خاندان (DYNASTY) تھا اس میں بابر بھی مغل تھا ہمایوں بھی مغل تھا اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگزیب اور بہادر شاہ یہ سارے مغلیہ خاندان تھا، اسی طرح فراعنہ مصر ہیں وہ بھی ایک پورا خاندان تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جس بادشاہ سے ٹاکرا ہوا تھا وہ نمرود اور نماردہ کہلاتے تھے وہ بھی کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ ان کا خاندان تھا جس کی بادشاہت چلی آرہی تھی۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں جو فرعون حکمران تھا اس کو کوئی خواب نظر آیا جس کی تعبیر یہ بنی کہ تمہاری حکومت خطرے میں ہے، بنی اسرائیل میں کوئی شخص اٹھے گا اور وہ تمہاری سلطنت کو تباہ و برباد کردے گا۔اس کے نتیجے میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل میں اب جو بچہ پیدا ہوگا اس کو پیدا ہوتے ہی قتل کردیا جائے لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے وہ جسے اکبر الہ آبادی نے کہا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کالج بنا دیتا اُن کا ذہن بدل دیتا تو ان کی وہ سوچ ہی نہ رہتی کہ ہمارے کوئی آباء واجداد بھی تھے ہمارا کوئی نسلی تفاخر بھی تھا ہماری کوئی قوم بھی تھی لیکن افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی۔ انگریزوں نے یہ کام کر دکھایا اور ہم اپنے ماضی سے کٹ گئے۔ یہ تو طنز تھی۔ اس فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر بچایا (اس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ القصص میں ہے) اور فرعون ہی کے گھر میں پلوایا۔ اس فرعون کا بیٹا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پلا اور بڑھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے اور مدین چلے گئے پھر وہاں سے جب نبوت لے کر واپس آئے تو اس وقت بادشاہ وہ فرعون تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بچپن گزارا تھا۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون (کے مظالم) سے نجات دی تھا

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وہ تمہیں بہت رسوا کن عذاب دے رہے تھے۔

بہت تکلیف دہ، رسوا کن، اہانت آمیز (INSULTING) عذاب میں تمہیں مبتلا کر رکھا تھا

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وہ ذبح کر دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ اور یاد کرو جب ہم نے پھاڑ دیا تمہارے لیے دریا کو۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے لے کر نکلے۔ اس وقت بنی اسرائیل چھ لاکھ تھے، یہ تھوڑی تعداد نہیں، بہت زیادہ تعداد تھی۔ رات کو نکلے تھے، سفر کر کے آگے گئے تو آگے دریا آ گیا (بحیرۂ قلزم کی کوئی شاخ ہے یا دریائے نیل کی کوئی شاخ ہے۔ اس میں اختلاف ہے) دریا عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب فرعون کو معلوم ہوا تو وہ بھی لشکر لے کر آ گیا۔ وہاں اللہ نے ایک معجزہ

دکھایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنا عصا اس سمندر پر مارو، وہ سمندر پھٹ گیا۔ پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے لیکن معجزہ یہ ہوا کہ پانی دو دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ آدمیوں کو لے کر نکل گئے دس بیس آدمی نہیں، چھ لاکھ آدمی۔ کئی دن لگ گئے ہوں گے اس کو عبور کرتے ہوئے۔ پھر پیچھے سے فرعون آیا اس نے دیکھا کہ وہ تو آگے نکل گئے اس نے بھی اپنا لشکر اُسی دریا میں ڈال دیا، جب درمیان میں پہنچا تو پانی آپس میں مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ اس فرعون کی لاش (جس کے بارے سورۃ یونس میں قرآن کہتا ہے کہ نشانی بنا کر رکھیں گے قیامت کے دن تک) 1902ء میں مصر کے اہرام میں دریافت ہوئی تھی اور اب بھی وہ دنیا میں موجود ہے نشانی کے طور پر کہ یہ وہ فرعون تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں پانی میں غرق ہو گیا۔ پانی میں سے راستہ نکال کر دے دیا یہ معجزہ ظاہر ہوا۔

فَاَنۡجَیۡنٰکُمۡ وَ اَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعون اور اس کی آل کو، اس کے لاؤ لشکر کو اسی دریا میں غرق کر دیا

وَ اَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ اور تم دیکھ رہے تھے۔

اپنی آنکھوں کے سامنے دشمن کی رسوائی ہو رہی ہو، غرق ہو رہا ہو تو آدمی کو اطمینان کی کیفیت ہوتی ہے خوشی ہوتی ہے۔ فرمایا وہ فرعون غرق ہو رہا تھا تم اس کو دیکھ رہے تھے۔ کتنا بڑا اللہ کا تم پر احسان ہے۔

وَ اِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰۤی اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا تھا کہ چالیس راتوں کا (کہ کوہِ طور پر آجاؤ)۔

ابھی غلامی سے نجات دلا کر آئے، چند ہی روز ہوئے تھے کہ حضرت موسیٰ چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر گئے۔ یہ لوگ مصر والوں کی بت پرستی اور گاؤ شالہ پرستی دیکھتے آرہے تھے اس کی وجہ سے پیچھے سے سامری نے سونے کا بچھڑا بنایا اور وہ اس کی عبادت کرنے لگ گئے

ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ تم نے موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد بچھڑا بنا لیا۔

وَ اَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۱﴾ اور تم ظلم کرنے والے تھے۔

ثُمَّ عَفَوۡنَا عَنۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ (اللہ نے فرمایا کہ یہ ہمارا تم پہ احسان ہے کہ) ہم نے

تمہیں پھر سے معاف کر دیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ تا کہ تم شکر کرو۔

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تھی اور شریعت عطا کی تھی۔

احکامِ عشرہ دیے تھے جو حق کو ناحق سے جدا کرتے تھے۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ تا کہ تم ہدایت یافتہ بنو۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن گزار کر کوہ طور سے واپس آئے، دیکھا کہ قوم تو بچھڑے کی پوجا کر رہی ہے، شرک کر رہی ہے، اللہ کو چھوڑ دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت افسوس ہوا انہوں نے کہا

يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ اے میری قوم! بے شک تم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اس بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر۔

شرک کر کے تم نے بہت بڑا ظلم کیا

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ اب تمہیں چاہیے کہ پروردگار کے سامنے توبہ کرو

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اور اس توبہ کی شکل یہ ہے کہ جن لوگوں نے تم میں سے شرک کیا ہے وہ) اپنے آپ کو قتل کرو۔

سب نے یہ شرک نہیں کیا، تھوڑے لوگ تھے۔ قرآن مجید میں تو تعداد کا ذکر نہیں ہے تورات میں ہے کہ ستر ہزار لوگ تھے جنہوں نے شرک کیا۔ قرآن کا حکم یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو کیا۔ اس کا معنی ہے کہ ہر قبیلہ میں سے جن لوگوں نے شرک کیا ہے جو اس جرم میں ملوث ہوا ہے اس کو وہ قبیلہ خود قتل کرے۔ اس لیے کہ قبائلی زندگی میں یہ ہوتا ہے کہ ایک برادری کا آدمی دوسری برادری کے آدمی کو مار دے تو مقابلہ ہے بدلہ لینا ہے۔ خود اسی برادری یا قبیلہ کے لوگ ماریں گے تو بدلہ نہیں ہوگا۔ یہ مرتد کی سزا ہے۔ یہ اللہ کا قانون وشریعت بھی ہے اور دنیا کی ہر پارٹی ہر نظریاتی ملک اور مملکت میں یہی قانون ہوتا ہے۔ کیونکہ جو آدمی کسی پارٹی میں شریک ہے اس کے پاس اس پارٹی سے متعلق بہت سارے راز ہوتے ہیں اگر وہ جائے گا تو دشمن

کے ہاتھ میں بک جائے گا تو یقیناً بہت بڑا نقصان ہوگا۔ لہٰذا اللہ کی شریعت میں بھی مرتد کی سزا قتل ہے۔ دنیا میں جو عام جماعتی زندگی اور اجتماعی زندگی ہے اس میں بھی یہی قانون رائج اور متفق علیہ ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی حکم دیا اور ہر قبیلے نے اپنے میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کو قتل کیا اور ستر ہزار یہودی ایک دن میں قتل کیے گئے۔

یہ VISION کہ جو لوگ اس نظریات سے ہٹ جائیں اگر ان کو پنپنے کو موقع دیا جائے تو وہ ساری جماعت کو گمراہ کر کے چھوڑیں گے۔ اس لیے کہ انسان گمراہی کی طرف میلان رکھتا ہے نیکی کی طرف آنا مشکل ہے گمراہی کی طرف تو فوراً لڑک جاتا ہے پھسل جاتا ہے تو فرمایا اگر تم یہ توبہ کرو

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ یہی تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے رب کے پاس

فَتَابَ عَلَيْكُمْ تو اللہ نے بھی ان کی توبہ قبول کر لی۔ اللہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ بے شک وہی اللہ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى اور یاد کرو جب تم نے کہا تھا موسیٰ علیہ السلام سے، اے موسیٰ!

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم آپ کی بات ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ اللہ کو ان آنکھوں سے نہ دیکھ لیں

اب یہ کتنی بڑی جسارت ہے کہ اتنے معجزے دیکھ کر آئے ہیں اس کے باوجود کہہ رہے ہیں کہ اللہ آنکھوں سے نظر آئے گا تو مانیں گے۔

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ پھر آ لیا تمہیں ایک بجلی نے، ایک کڑک نے

وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اور تم دیکھ رہے تھے۔

وہ بجلی آئی اور سارے کے سارے مر گئے

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ پھر (معجزہ ہوا کہ) تم جو مر گئے تھے ہم نے تمہیں پھر زندہ کر دیا۔

تمہاری اس جسارت کے باوجود تمہیں دوبارہ زندگی عطا فرما دی۔ اس احساس کو پیدا کرنے کے لیے کہ اللہ کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا دوبارہ زندگی عطا فرما دی۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ تا کہ تم اللہ کا شکر مانو۔

اپنے اس مطالبے سے باز آجاؤ۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا

صحرا میں بادل سایہ کرتے تھے۔ اب چھ لاکھ آدمی صحرا میں چلے جائیں نہ کھانے کو کچھ، نہ پینے کو کچھ، نہ کوئی سایہ، نہ مکان، نہ کوئی ٹینٹ۔ اللہ نے انتظام کیا کہ جہاں جہاں وہ جاتے تھے بادل سایہ کرتے تھے۔ کھانے کے لیے من وسلویٰ اُترتا تھا اور پینے کے بارے میں آگے ذکر آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس چٹان پر اپنا عصا ماریئے بارہ چشمے جاری ہو گئے ایک چشمہ ہوتا تو پھر پانی پینے پلانے پر جھگڑا ہوتا بارہ چشمے جاری ہوئے کہ بارہ خاندان اپنا اپنا گھاٹ مقرر کرلیں تا کہ کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى اور ہم نے تمہارے کھانے کے لیے من وسلویٰ اتارا

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اور (فرمایا) کھاؤ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق دی ہیں

وَمَا ظَلَمُوْنَا اور تم نے نافرمانی کر کے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا۔

ہمارا کیا بگاڑو گے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بگڑا۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ بلکہ یہ نافرمانیاں کر کے اپنے اوپر وہ ظلم ڈھاتے رہے۔

اپنے نقصان کرتے رہے اپنی عاقبت خراب کرتے رہے۔ اللہ کا کچھ نہیں بگڑا۔

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ اور پھر جب ہم نے ان سے کہا تھا کہ داخل ہو جاؤ اس شہر میں

فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا اور یہاں تمہارے لیے فراوانی ہے کھانے پینے کی چیزوں کی

وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اور اس شہر کے دروازے میں داخل ہونا جھکے ہوئے۔

اللہ کے سامنے جھک کے داخل ہونا

وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ اور کہتے جانا کہ اے اللہ تو ہماری خطائیں معاف کر دے ہمیں بخش دے

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ہم تمہاری غلطیاں بخش دیں گے

وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ اور ہم محسنین (اچھی روش اختیار کرنے والوں) کو اپنی طرف سے اور بھی زیادہ دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَیۡرَ الَّذِیۡ قِیۡلَ لَهُمۡ پھران ظالموں نے اس بات کو بدل ڈالا کہا یہ گیا تھا کہ حِطَّةٌ کہتے جاؤ، اے اللہ بخش دے اے اللہ معاف کر دے استغفار کرتے ہوئے جاؤ۔تورات میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حِنطَةٌ حِنطَةٌ اس کا معنی ہے گندم۔اے اللہ مغفرت نہیں چاہیے، گندم چاہیے گندم چاہیے۔یہ ان کی کارستانیاں ہیں۔تو جو اللہ نے بات کہی تھی انھوں نے اس کو بدل ڈالا وہ کہی جو اللہ نے نہیں کہی تھی۔

فَاَنۡزَلۡنَا عَلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ اور پھر ہم نے آسمان سے ایک عذاب نازل کیا ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا تھا

بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۵۹﴾ ان کے فسق وفجور اور حکم عدولی کی سزا کے طور پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ

جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں رحمٰن (بڑا رحم کرنے والے) اُن پر رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا (الحدیث)

ماہِ رمضان المبارک کا مقصد؟

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

یہ عنوان آپ کے لیے شاید نیا ہو کہ رمضان المبارک کا کیا مقصد ہے؟ ہم لوگ عام طور پر روزے کے مقصد سے واقف ہیں کہ اس کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ بالفاظِ قرآنی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ:183)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو''

اور اسی طرح ہم رات کو تراویح میں قرآن مجید سننے کا مقصد بھی جانتے ہیں کہ دن کو روزہ رکھنے سے جو تقویٰ حاصل ہوا، اسے قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے کیونکہ بلاشبہ قرآن میں عمومی طور پر تمام انسانیت کے لیے ہدایت و رہنمائی موجود ہے (هُدًى لِّلنَّاس) لیکن عملی طور پر اس سے وہی رہنمائی حاصل کرتا ہے جس میں تقویٰ موجود ہو (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْن) لیکن اس رمضان المبارک کا، جس میں دن کا روزہ اور رات کو تراویح میں قرآن سنا جاتا ہے، کیا مقصد ہے؟ آیئے ہم ایک حدیث سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ارْتَقَى الْمِنْبَرَ فَقَالَ: آمِينَ آمِينَ آمِينَ فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا كُنْتَ تَصْنَعُ هٰذَا؟ فَقَالَ: قَالَ لِي

جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ: آمِينَ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِينَ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ: آمِينَ (السنن الكبری للبیهقی)

''حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے تو آپ فرمایا: آمین آمین آمین۔ کسی نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! (آج جیسے ہم نے دیکھا) اس طرح آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: آمین۔ پھر کہا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا: آمین۔ پھر کہا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور پھر وہ جنت کا حقدار نہ بنا۔ میں نے کہا: آمین۔

اس حدیث سے ماہِ رمضان المبارک کا مقصد واضح ہوتا ہے کہ یہ مہینہ ہر سال ہماری زندگی میں ہماری مغفرت کے اسباب لے کر آتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ پروردگار کریم نے ہماری مغفرت کے لیے اس مہینے میں کیا کیا آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔

☆ رمضان المبارک شروع ہوتے ہی ہماری آسانی کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ (مسلم)

''جب رمضان (کا مہینہ) آتا ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے''۔

انسان کو راہِ راست سے ہٹانے والی اور اللہ کی مغفرت سے دور کرنے والی سب سے

بڑی طاقت شیاطین ہیں۔ رمضان المبارک کے مہینے میں بندۂ مومن کی سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس مہینے میں عمومی طور پر لوگوں کا نیکی اور مسجد کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔

☆ اسی طرح رمضان میں اہل ایمان کی نیکیوں کو بڑھانے کے لیے ان کے اجر میں اضافے کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔ارشاد فرمایا کہ

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ

''جو شخص اس (رمضان المبارک کے) مہینے میں اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور جو اس مہینے میں فرض ادا کرے گا وہ ایسے ہے جیسے غیر رمضان میں اس نے ستر فرض ادا کیے''

☆ رمضان المبارک کے روزے، قیام اللیل اور قیامِ شب قدر پر (چند شرائط کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا وعدہ ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (متفق علیہ)

''جس نے رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھے اس کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

روزہ کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ روزہ چاہے کسی مہینے کا بھی رکھا جائے اس سے روزہ دار کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے مگر رمضان المبارک کے روزہ ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھنے سے تقویٰ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہوں کی معافی کا بھی وعدہ ہے۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَ احْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے رمضان کے مہینے میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ، اس کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

یوں تو رات کا قیام اور تہجد تو روزانہ ہی پڑھی جاسکتی ہے مگر رمضان کے مہینے میں قیام اللیل (خصوصاً تراویح) ایمان اور احتساب کے ساتھ پڑھنے سے بھی گزشتہ گناہ دُھل سکتے ہیں۔ یہی بات آپ ﷺ نے لیلۃ القدر کے قیام کے حوالے سے بھی ارشاد فرمائی:

مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ،

جس نے شب قدر کا قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ، اس کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

اور یہ بات تو واضح ہی ہے کہ لیلۃ القدر صرف رمضان المبارک کا حصہ ہے۔

اب تک ساری بشارتیں حقوق اللہ کے حوالے سے تھیں۔ آنحضور ﷺ نے حقوق العباد کے حوالے سے بھی رمضان میں مغفرت کی خوشخبری سنائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ فَطَّرَ فِیْهِ صَائِمًا کَانَ لهٗ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِهٖ وَ عِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ (البیھقی)

”جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا“

اور اسی طرح رمضان کے بابرکت مہینے میں اپنے غلام (نوکر، ملازم SUBORDINATE) کے کام میں تخفیف کرنا بھی باعث مغفرت ہے۔ بالفاظِ حدیث

وَ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِهٖ فِیْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ اَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ (البیھقی)

”اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کردے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے گا“

الغرض ـــــ رمضان المبارک کا مہینہ ہمارے لیے مغفرت کا بھرپور سامان لیے ہوئے ہے اور آنحضور ﷺ نے اس مہینے کے ذریعے مغفرت حاصل کرنے کے مختلف انداز بھی بتادیے ہیں جو اُوپر بیان ہوچکے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ ہر پہلو سے اس انعام کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

رمضان کی ان برکات کو آنحضور ﷺ نے ایک اور انداز سے یوں بیان فرمایا ہے:

وَ هُوَ شَهرٌ اَوَّلُهٗ رَحمَةٌ وَ اَوسَطُهٗ مَغفِرَةٌ وَ اٰخِرُهٗ عِتقٌ مِّنَ النَّارِ (البیھقی)

’’اوراس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہےاور درمیانی حصہ مغفرت ہےاور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے‘‘

یعنی اس رمضان کے پہلے مرحلے میں محنت کرنے سے انسان کا دل نرم ہوتا ہےاور اللہ کی طرف اور نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا احساس دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا ظہور ہے۔ دوسرے مرحلے میں انسان اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہےاور اپنی کوتاہیوں پر اللہ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے جس سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ پھر تیسرے مرحلے میں انسان مزید محنت کر کے اپنے آپ کو نیکی کے لیے اتنا طاقتور بنالیتا ہے کہ آئندہ رمضان تک گناہوں سے باز رہ سکے تو یہی چیز اس کے لیے آگ سے نجات کا باعث بن سکتی ہے۔

عید الفطر......مغفرت کے حصول پر اظہارِ مسرت کا موقع

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا کہ رمضان المبارک کا مقصد اللہ سے مغفرت کا حصول ہے اور جب بندہ مومن اس مقصد کے لیے محنت کرتا ہےاور اپنے آپ کو گناہوں سے روک کر رکھتا ہے تو مہینہ ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان اہل ایمان کے لیے مغفرت کا اعلان کر دیا جاتا ہےاور یہ اعلان عید الفطر کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ بالفاظِ حدیث

اِذَا کَانَ یَومُ الفِطرِ وَقَفَتِ المَلَائِکَۃُ عَلَی أَبوَابِ الطُّرُقِ، فَنَادَوا: اغدُوا یَا مَعشَرَ المُسلِمِینَ اِلَی رَبٍّ کَرِیمٍ یَمُنُّ بِالخَیرِ، ثُمَّ یُثِیبُ عَلَیہِ الجَزِیلَ، لَقَد أُمِرتُم بِقِیَامِ اللَّیلِ فَقُمتُم، وَأُمِرتُم بِصِیَامِ النَّھَارِ فَصُمتُم، وَأَطَعتُم رَبَّکُم، فَاقبِضُوا جَوائِزَکُم، فَاِذَا صَلَّوا، نَادَی مُنَادٍ: أَلَا اِنَّ رَبَّکُم قَد غَفَرَ لَکُم، فَارجِعُوا رَاشِدِینَ اِلَی رِحَالِکُم، فَھُوَ یَومُ الجَائِزَۃِ، وَیُسَمَّی ذَلِکَ الیَومُ فِی السَّمَاءِ یَومَ الجَائِزَۃِ (المعجم الکبیر)

’’جب عید کا دن ہوتا ہے فرشتے راستوں کے دروازوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں،

پھر پکار کر کہتے ہیں: اے مسلمانوں! چلو اپنے کریم رب کی طرف، جو بھلائی (کی توفیق) دے کر احسان بھی کرتا ہے اور پھر اس پر بہت زیادہ بدلہ بھی دیتا ہے۔ تمہیں رات کے قیام کا حکم ہوا تو تم نے رات کا قیام کیا اور تمہیں دن میں روزے رکھنے کا حکم ہوا تو تم نے دن میں روزے رکھے۔ تم نے اپنے رب کے حکم کو پورا کیا، لہٰذا اب تم اپنا انعام وصول کرلو۔ پھر جب لوگ (عید کی) نماز پڑھ لیتے ہیں تو ایک منادی پکار کر کہتا ہے: سن لو! یقیناً تمہارے رب نے تمہاری مغفرت کردی، اب تم اپنے گھروں کو کامیاب ہوکر لوٹ جاؤ۔ یہ انعام کا دن ہے، آسمان میں اس دن کا نام یوم الجائزہ ہے۔''

الغرض ــــــ ان احادیث کی روشنی میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس مہینے میں ہماری مغفرت کا بھرپور سامان موجود ہے۔ اور اگر پہلی حدیث پر غور کیا جائے تو یہ بات بھی ہم پر واضح ہوجانی چاہیے کہ اب اس مہینے میں مغفرت کا حصول ہمارے لیے OPTIONAL (اختیاری) نہیں بلکہ لازمی ہے۔ اگر ہم نے اس میں کوئی کوتاہی کاہلی اور سستی کی تو ہم جبرئیل امین کی بددعا اور اس پر آنحضورﷺ کی آمین کی زد میں آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس آنے والے بابرکت مہینے سے ہمیں بھرپور فائدہ اُٹھانے والا بنائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس مہینے کا مقصد یعنی اللہ کے دربار سے اپنی مغفرت کا پروانہ حاصل کرسکیں۔ آمین۔

ادارہ حکمت بالغہ کو بعض اہل علم (ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، حافظ عبدالرحمٰن کشمیری، ڈاکٹر اختر احمد اور فرحت اعجاز وغیرہ) کی جانب سے برائے تبصرہ وتعارف کچھ کتابیں موصول ہوئی ہیں۔ آئندہ قریبی اشاعت میں ان کا تبصرہ اور تعارف شائع کردیا جائے گا۔ ان شاءاللہ

دورِ فتن اور دجّالیت کے پس منظر میں

مطالعۂ سورۃ الکہف

4

محمد نعمان اصغر
فیصل آباد

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿45﴾

”اور انہیں حیات دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی۔ اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئیں جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے“۔

(1) یہ دنیاوی زندگی کی بے ثباتی کی ایک مؤثر مثال ہے جس کی محبت میں اندھا ہو کر انسان کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ دوسری طرف کافر اپنے دنیاوی جاہ وجلال پر پھولے نہیں سماتے اور غریب و مفلس مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس ابدی حقیقت کو تین جملوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ دنیا کی عارضی بہار اور فانی تروتازگی کی مثال ہے جیسے مردہ زمین بارش سے لہلہا اٹھی، دیکھنے میں بھلی لگی، پھر زرد ہوئی اور کٹ گئی، اس کے بعد ہوا کے ساتھ اُڑنے لگی۔ یہی حال دنیا کے دیدہ زیب بناؤ سنگار کا ہے جو چند روز کے لیے ہری بھری اور بارونق نظر آتی ہے۔ آخر میں سب کچھ کٹ کر میدان صاف ہو جاتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

(2) زندگی وموت، عروج وزوال اور بہار وخزاں سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کسی کو خوشحالی ، فارغ البالی اور مال و دولت عطا کرتا ہے اور جب چاہتا ہے تنگ حالی، فقر وفاقہ اور بد حالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دنیا کی زندگی ہوا کے جھونکے اور پانی کے بلبلے کی طرح ہے جو اپنی چند روزہ بہار دکھا کر آخر کار فنا کے گھاٹ اُتر جاتی ہے۔

☆ دنیا کی زندگی ایک وقفہ ہے جسے ہر انسان اپنے اپنے انداز سے گزار رہا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مال و دولت پر غرور نہ کرے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر شکر گزاری کرتا رہے۔ دجالیت دنیا کو بنانے ،سنوارنے اور اس میں کھو جانے کا نام ہے۔ اس دنیا کے لہو ولعب اور تفاخر و تکاثر میں پھنس جانے والے انسان کی نظروں سے تمام حقائق اوجھل ہو جاتے ہیں پھر عیش و عشرت، سینما وتھیٹر، کار وکوٹھی، مال وجائیداد، عہدے ومناصب کی علاوہ کسی چیز کی قدر نگاہوں میں نہیں رہتی لیکن یہ بہار چند روزہ ہے جو آج ہے تو ممکن ہے کہ کل نہ ہو۔ لہٰذا فانی دنیا کی بجائے ابدی آخرت کی فکر کی جائے جس کی نعمتیں اعلیٰ وارفع بھی ہیں اور پائیدار و اَبدی بھی۔

اَلۡمَالُ وَ الۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

’’یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انہی سے اچھی اُمیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں‘‘۔

(1) عرب میں چونکہ حمایت و مدافعت کا انحصار خاندانی اور قبائلی عصبیت پر تھا اس لیے مال واولاد کو بڑائی کی علامت سمجھا جاتا تھا، اس کا تذکرہ مجالس میں فخر کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ یہ دنیاوی زندگی کی زیب و زینت کا تیسری مرتبہ تذکرہ ہے۔ یہ زندگی اور مال ومتاع سب عارضی ہے جو موت کے ساتھ ہی بے وقعت ہو جائے گی۔ اس سے دنیا پرستوں کی سوچ کی نفی ہوتی ہے جو مال و اسباب اور قبیلہ وخاندان کو قابل فخر سمجھتے ہیں اور اس سے محروم لوگوں کی تحقیر کرتے ہیں۔

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے والی نیکیاں بہت کیا کرو۔ عرض کی گئی: وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰہُ اَکۡبَر ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا۔ان کلمات کومثال کے طور پر بیان کیا ہے ورنہ تمام اعمالِ حسنہ اس میں شامل ہیں۔ اعمالِ حسنہ سے توقع کی جاسکتی ہے۔ فانی چیزوں سے امید لگانا عقلمندی نہیں ہے۔ ہر وہ کام بھی اس میں شامل ہے جو مرنے کے بعد کام آسکتا ہے یعنی صدقہ جاریہ مثلاً مسجد بنا دینا، مسافر خانہ تیار کرنا اور لوگوں کے استعمال کے لیے پانی کا بندوبست کرنا وغیرہ۔اسی طرح دین کی درس وتدریس اور حفاظت کرنا بھی اس میں شامل ہے۔فرائض وواجبات اورسنن ونوافل پر عمل کرنا ،منہیات (منع کردہ)اورمحرمات (حرام کردہ) سے اجتناب کرنا بھی اعمالِ صالحہ میں شامل ہے۔ان تمام پر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انجام اور بدلے کی امید ہے۔

☆ اسلام جائز حدود میں زندگی کی زینت اور مال ومتاع سے نہیں روکتا،تاہم ان چیزوں کو فنا ہے دوام نہیں۔ یہ چیزیں نہ مقصدِ زندگی ہیں اور نہ آخرت میں کام آنے والی۔لہٰذا ان سے توقعات وابستہ کرنا حماقت ہے۔آخرت میں کام آنے والے نیک اعمال ہیں جن کی فکر کرنی چاہیے۔ابدی برکات انہی سے وابستہ ہیں اوراچھے نتیجے کا دارومدار بھی ان ہی پر ہے۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿٤٧﴾

''اور فکر اس دن کی ہونی چاہیے جب کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے، اور تم زمین کو بالکل برہنہ (عریاں) پاؤ گے۔ اور ہم تمام انسانوں کو اس طرح گھیر کر جمع کریں گے کہ (اگلوں پچھلوں میں سے) ایک بھی نہ چھوٹے گا''۔

(1) قیامت کا تذکرہ سن کر کفار مذاق کے طور پر پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے تھے کہ ان کا کیا بنے گا؟ تو فرمایا کہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کی گرفت کی وجہ سے قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جب یہ گرفت ڈھیلی پڑے گی تو زمین ان پہاڑوں کو چھوڑ دے گی۔ زمین پر آنے والے شدید زلزلوں کی وجہ سے پہاڑ ریت بن کر بکھر جائیں گے،ان کی چٹانیں دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہوجائیں گی۔ ساری اونچ نیچ مٹا کر زمین ہموار کردی جائے گی۔ زمین چٹیل میدان کی طرح ہوجائے گی۔ نہ اس میں کوئی سرسبزی وشادابی باقی رہے گی اور نہ ہی پہاڑ اور خوبصورت ودل فریب وادیاں اور نہ اس کی رونق۔ ظاہر ہے جب پہاڑوں جیسی مضبوط شے نہ رہے گی تو باقی کیا بچے گا؟

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اور حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان زندہ ہو جائیں گے۔ پیدائش کے بعد جس انسان نے ایک ساعت کی زندگی بھی گزاری ہوگی، وہ بھی دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ انسانوں کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ اوّلین و آخرین، چھوٹے بڑے، کافر و مومن، امیر و غریب، آقا و غلام سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا۔ سب عدالتِ اُخروی میں حساب کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا یقین ہی انسان کے درست ہونے کی علامت ہے۔ یہ یقین جتنا کمزور پڑتا ہے انسان کے اندر اتنی ہی بے عملی آ جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق جو شخص آخرت کو اپنی فکر بنا لے یعنی اس کی تیاری میں لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے، اس کے معاملات کو سمیٹ دیا جاتا ہے اور دنیا اسے بھی ملتی ہے لیکن پست و حقیر ہو کر۔ اس کے برعکس جو شخص دنیا کو اپنی فکر بنا لیتا ہے اور اسی میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان فقر لکھ دیا جاتا ہے، اس کے معاملات کو بکھیر دیا جاتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی کہ اس کے مقدر میں ہوتی ہے۔ یہ آخرت کی فکر کا انعام اور دنیا کی محبت کا انجام۔

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

”اور سب کے سب تمہارے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے۔ لو دیکھ لو آ گئے نا تم ہمارے پاس اسی طرح جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر ہی نہیں کیا تھا“۔

(1) انسانیت کو زمین میں بسانے کے وقت سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق، جن کی تعداد معلوم نہیں ہے، سب کو جمع کیا جائے گا۔ ننگے پاؤں، ننگے بدن، خالی ہاتھ اور ہر طرح کی بے بسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ پیشی ہوگی۔ اپنی امارت و ریاست کے گھمنڈ میں اکڑنے والے بھی اس دن غلاموں کی طرح اپنے رب کے آگے حاضر اور صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ جو لوگ اس وقت کے آنے کے منکر تھے ان کے چہروں سے شرمندگی نمایاں ہوگی۔

(2) پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے مراد عالم ارواح میں انسانی ارواح کی تخلیق ہے جس کے بعد

عہدِ الست ہوا تھا۔حدیث کے مطابق اس وقت ارواح انسانی گروہوں کی شکل میں جمع تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم آج پھراسی طرح ہمارے سامنے کھڑے ہوجس طرح عہدالست کے موقع پر کھڑے تھے۔زمین پر جسم اور روح کے ملاپ سے کی جانے والی تخلیق ''ثانی'' ہے۔منکرین آخرت سے کہا جائے گا کہ تم قیامت کوجھوٹ اور مذاق سمجھتے تھے۔تم تو واپس آنے کو بھول ہی گئے تھے۔جو کچھ تم نے کمایا،جس کے لیے اپنی زندگی کھپادی اوراپنا مقصدحیات بھی بھول گئے،وہ سب آج کہاں ہے؟ آج ساتھ کچھ بھی نہیں لائے۔ یہ منظرکشی اس طرح کی گئی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے مکالمہ ہورہا ہو جیسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے ہوں۔

☆ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی ہے۔جوزندگی اس مقصدکو پورا کرے وہی اصل زندگی ہے۔ ؎ زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

ورنہ نفس پرستی کی زندگی ناکامی ورسوائی کا سبب ہوگی۔ایسی گزاری ہوئی زندگی کے باعث انسان کو آخرت میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔اس کا اصل احساس روز قیامت ہوگا لیکن اس وقت اس کا کوئی مداوا نہ ہوگا۔یہ حقیقت انسانوں کی عظیم اکثریت بھلا چکی ہے۔

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾

''اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتابِ زندگی کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جواس میں درج نہ کی گئی ہو۔جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا ربّ کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا''۔

قیامت کے دن انسانوں کے اعمال کا پورا رجسٹر ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔وہ اسے پڑھ رہے ہوں گے،اس کی ورق گردانی کررہے ہوں گے اوراپنی کتاب کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے۔ان کے دل غم کی شدت کے مارے پھٹ رہے ہوں گے۔وہ حسرت سے کہہ

رہے ہوں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کردی۔ افسوس ہم بدکرداریوں میں پڑے رہے۔ اس کتاب نے نہ کوئی چھوٹی چیز چھوڑی ہے اور نہ بڑی۔ یہ الفاظ ان کی پریشانی اور خوف کو ظاہر کررہے ہیں کیونکہ انہیں اپنا بھیانک انجام نظر آرہا ہوگا۔ انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ تیار ہورہا ہے۔ چنانچہ جب وہ اپنے نامہ اعمال کو اپنے سامنے پائیں گے تو وہ اس کی صداقت کی گواہی دیں گے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرلیں گے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے قصور نہیں پکڑتا نہ کسی کی نیکی کو ضائع کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی نیک عمل درج ہونے سے رہ جائے یا کوئی گناہ کیا نہ ہو لیکن نامہ اعمال میں درج ہوجائے یا کسی کو اس کے جرم سے بڑھ کر سزا دی جائے۔ حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوۂ حنین سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور کچھ لکڑیاں وغیرہ جمع کر کے آگ لگائی۔ پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص کے گناہ اس طرح جمع کیے جاتے ہیں لہٰذا بڑے گناہوں سے تو لازماً اجتناب کرنا چاہیے لیکن چھوٹے گناہ بھی جمع ہوکر انسان کو ہلاک کردیتے ہیں۔ (طبرانی)۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ مظلوم کو ظالم کی نیکیاں دے کر اس کا حق دیا جائے گا۔ حق باقی رہنے کی صورت میں مظلوم کے گناہ بھی ظالم کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

”یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے ربّ کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذریت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کررہے ہیں“۔

ابلیس جس کا نام عزازیل تھا وہ جن تھا اور فرشتوں میں سے نہیں تھا اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی کبھی مجال نہ کرتا۔ جن بھی انسانوں کی طرح بااختیار مخلوق ہیں۔ انہیں کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت، دونوں کی قدرت بخشی گئی ہے۔ ”ففسق“ کی فاء اس امر کی طرف

اشارہ کررہی ہے کہ اس کے فسق اور حکم عدولی کی وجہ یہ تھی کہ اس کا وجود ناری تھا۔ اس کی فطرت میں تمرد اور سرکشی تھی۔ فرشتے فطرتاً مطیع وفرمان بردار ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ سجدے کا حکم فرشتوں کے علاوہ تمام مخلوقات کو بھی تھا تاکہ وہ بھی انسان کی مطیع وفرمانبردار بن جائیں۔ سب نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو مانا لیکن ابلیس نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا وہ انکار کر کے اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن گیا۔ قصہ آدم وابلیس سے انسانوں کو اس حماقت پر متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اپنے رحیم پروردگار کو چھوڑ کر اپنے ازلی دشمن شیطان کے پھندے میں پھنس رہے ہو۔ ابلیس کی ذُرّیت اپنے جدامجد کے مشن کو پوری مہارت سے مکمل کر رہی ہے۔ مشرکین عرب جنات کو مختلف شکلوں میں پوجتے تھے۔ وہ ہر وادی اور ہر پہاڑ کے الگ الگ جن کو بھوت مانتے تھے۔ ان سے بچنے کے لیے نذرانے اور چڑھاوے پیش کرتے تھے۔ بعض جنات کے لیے اپنی اولاد تک کو قربان کر دیا جاتا تھا۔ قریش کو ابلیس کی عداوت یاد دلا کر ان کے حال پر افسوس کیا گیا ہے کہ تمہاری بدبختی کی انتہا ہے کہ تم نے اس کو اپنا کارساز بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول بیٹھے ہو۔ یہ انتہائی برا بدل ہے جو ظالموں نے اختیار کیا ہے۔ یہ اظہار تعجب وافسوس ہے کہ انہوں نے اپنے باپ اور ان کی ذُرّیت کے ابدی دشمن کو خالق کائنات کا بدل بنا لیا ہے۔ یہ شامت زدگی کی آخری حد ہے کہ انسان اپنے محسن کو بھول جائے اور اپنے دشمن سے دوستی قائم کر لے۔

مَآ اَشۡهَدۡتُّهُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَا خَلۡقَ اَنۡفُسِهِمۡ وَمَا كُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّيۡنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

”میں نے آسمان وزمین پیدا کرتے وقت ان کو نہیں بلایا تھا اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق میں انہیں شریک کیا تھا۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنایا کروں“۔

قریش کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم ابلیس کی طرح انکار وتکذیب کر کے اس کی پیروی کر رہے ہو۔ یہ شیاطین آخر تمہاری اطاعت وبندگی کے مستحق کیسے بن گئے؟ بندگی کا مستحق تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے معبود برحق ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ کوئی دوسرا مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی بندگی چھوڑ کر

مخلوق کی بندگی کیوں کرتے ہو؟ مشرکین سمجھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک و مددگار ہیں اور تمام حقائق کو جانتے ہیں۔ حالانکہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو بنایا تھا تو ان شیاطین کا کوئی وجود نہ تھا کہ وہ ان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق میں ان سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ ان سے مشورہ تو ان کی اپنی تخلیق میں بھی نہیں لیا گیا تھا۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو مشرکین اپنا ولی اور کارساز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دعویٰ کو رد فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے حقائق جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں یا جو لوگ ان کے بارے میں گمان رکھتے ہیں کو وہ ان حقائق سے واقف ہیں۔ دوسری رائے امام رازی کی ہے۔ ان کے مطابق اس سے مراد خود کفار ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ فقراء صحابہ کو اپنی مجلس سے اٹھادیں ورنہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متکبرانہ دعویٰ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس جہان کی تخلیق میں میرے مددگار نہیں تھے لہٰذا یہ اتنا بڑا مطالبہ کس منہ سے کر رہے ہیں؟

☆ ہوس پرستی اور دنیا پرستی نے انسان سے اس کے محسن اور دشمن کی پہچان ختم کردی ہے۔ شیطان حضرت آدمؑ کی عزت و تکریم کے سبب نہ صرف ان کا بلکہ پوری انسانیت کا دشمن بنا۔ وہ انسانوں کی آخرت برباد کرنے کے درپے ہے لیکن آج انسانوں کی عظیم اکثریت اسی دشمن کی پیروی کر رہی ہے۔ دجالیت کے مختلف پہلوؤں میں یہ پہلو بہت نمایاں ہے۔

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾

’’پھر کیا کریں گے یہ لوگ اس روز جبکہ ان کا رب ان سے کہے گا کہ پکارو ان ہستیوں کو جنھیں تم میرا شریک سمجھ بیٹھے تھے۔ یہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کی مدد کو نہ آئیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کا گڑھا مشترک کردیں گے۔ سارے مجرم اس روز آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب انہیں اس میں گرنا ہے اور وہ اس سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے‘‘۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی اتباع کرنا اسے خدائی میں شریک کرنا ہے چاہے انسان اس کا دعویٰ نہ بھی کرے۔ اگر کوئی انسان ایسی ہستیوں پر لعن طعن بھی کرتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ان کی اطاعت کرتا ہو تب بھی وہ شرک کا مرتکب قرار پائے گا۔ ایسے لوگ قیامت کے دن عدالتِ اُخروی میں کھڑے ہوں گے جس میں بغیر دلیل کے کوئی دعویٰ بے معنی ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے مطالبہ کرے گا کہ میرے شریکوں کو بلاؤ تاکہ وہ اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کرسکیں تو ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔ وہ انہیں پکاریں گے لیکن وہ کوئی جواب نہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ہلاکت کی آڑ پیدا کر دے گا جس سے وہ ایک دوسرے تک پہنچ نہ سکیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ آڑ خون اور پیپ سے بھری ہوئی خندق ہے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سخت عداوت و دشمنی مراد لیتے ہیں۔ مشرکین کو شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہوگی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر ابھی چالیس سال کی مسافت پر ہوگا کہ جہنم کو دیکھ لے گا اور اپنے ٹھکانے کو پہچان لے گا۔ وہ سمجھ لے گا کہ جہنم سے رہائی ممکن نہیں ہے۔ (مسند احمد)

☆ دنیا کی زندگی کو آخرت کی کھیتی کہا جاتا ہے۔ اسی زندگی نے انسان کے لیے جنت یا جہنم کا ذریعہ بننا ہے۔ آج جہنم سے رہائی حاصل کرنے کا موقع ہے۔ دلوں کو قرآن کی طرف پھیر کر اور اس کی تعلیمات پر عمل کر کے دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ وگرنہ اس سے منہ موڑنے کا لازمی نتیجہ جہنم ہے جس سے بچنا کسی صورت ممکن نہیں ہوگا سوائے اللہ کی رحمت کے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝۵۴

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے عالم غیب اور آخرت کے حقائق لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے تمثیل کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں۔ مزید برآں انسانوں کو حق کا راستہ دکھانے کے لیے قرآن مجید میں طرح طرح کی مثالیں اور واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے

دنیاوی زندگی کی مثال اوردو باغوں کے مالک کی مثال بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ہدایت کے آجانے کے بعدلوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتے اور ایمان لاتے لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔ قابل غور بات ہے کہ ان کے ایمان لانے میں کیا چیز رکاوٹ بنی؟ پہلی بات تو تکبر ہے کہ انسان کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس کی اَنا پرستی قبولِ حق میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ پھر انسانوں کی اکثریت کیونکہ جھگڑالو واقع ہوئی ہے اس لیے وہ کسی بات کا اثر نہیں لیتی۔ وہ ان مثالوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اعتراض کا کوئی نہ کوئی پہلو ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ’’لوگوں‘‘ سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔ ’’جدال‘‘ سے مراد کفار کا اپنے انبیاء سے بحث کرنا ہے۔ وہ جو پیغام لے کر آئے ہیں اسے رد کرنا اور ان کی نبوت میں شکوک وشبہات پیش کرنا ہے۔ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس قدر ہدایت ورہنمائی کا اہتمام کیا ہے کہ وہ ایمان لے آتے لیکن وہ فرمائشوں اور مطالبات پر آجاتے ہیں۔ دوسروں کے دلوں میں شکوک پیدا کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح دوسروں کے ایمان لانے میں رکاوٹ پیدا کر دی جائے۔

☆ تعلیماتِ خداوندی کے بارے میں بحث وجھگڑا کرنے کی بجائے ان پر انفرادی و اجتماعی زندگی میں عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ دین کی بہت سی باتوں کو ناقابل عمل قرار دے کر چھوڑ دینا شیطانی طرزِ عمل ہے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اور کیا تحقیر ہوگی کہ ان کو عمل کے قابل ہی نہ سمجھا جائے۔ مزید برآں انسانی اداروں اور قوانین کو زیادہ اہمیت دینے سے یہ تحقیر دوچند ہو جاتی ہے۔ آج پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے قوانین کے ساتھ یہی طرزِ عمل جاری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اتھارٹی کو چیلنج کے مترادف ہے جس کا نتیجہ غضب خداوندی کا بھڑکنا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

’’ان کے سامنے جب ہدایت آئی تو اسے ماننے اور اپنے ربّ کے حضور معافی چاہنے سے آخر ان کو کس چیز نے روک دیا؟ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ منتظر ہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو جو پچھلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتا دیکھ لیں‘‘۔

جب آفتابِ ہدایت طلوع ہو چکا اور اس کی روشنی سے مشرق ومغرب منور ہو چکے تو وہ اندھے بن گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو واضح کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ دل و دماغ کو اپیل کرنے کے جتنے مؤثر انداز اختیار کیے جا سکتے تھے، انہیں اختیار کیا گیا ہے۔ اب حق کو قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے۔ کفار کے پاس ایک ہی دلیل تھی کہ آپ بھی ویسا ہی عذاب لے آئیں جس طرح قوم نوح، عاد اور ثمود پر آیا۔ اس طرح کے مطالبات تمام انبیاء سے کیے گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ یہ لوگ اس انجام کو دیکھے بغیر سدھرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ قرآن مجید ان کے سامنے ہدایت رکھ رہا ہے لیکن وہ قہر خداوندی کے طلب گار ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن مجید کب رحمت کا ذریعہ بنے گا۔ ان کے لیے دونوں صورتوں میں سے ایک ضرور ہو گی۔ اگر یہ دنیاوی عذاب سے بچے رہے تو قیامت کا عذاب ضرور ان کے لیے ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں عذابوں کی لپیٹ میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نافرمانوں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ انہیں اپنی رحمت سے مہلت دیتا ہے تاکہ جس نے ایمان لانا ہے وہ ایمان لے آئے ۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کا وقت مقرر کیا ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو کوئی اس عذاب کو ٹال نہیں سکتا۔ ”قُبُلًا“ کا واحد قبیل ہے۔ اس کا معنی ہے طرح طرح کا عذاب۔

☆ ایمان کی روشنی سارے جہان کو منور کر سکتی ہے لیکن انسان کی ہٹ دھرمی اسے اندھا بنا دیتی ہے۔ پھر حق کو جھٹلانا اور باطل پر جم جانا ہی محبوب بن جاتا ہے۔ تعصب اور ضد کی وجہ سے انسان کو حق قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ آج انسانیت پوری ترقی کے باوجود اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ انسان نے خلاؤں کی پنہائیوں تک کو چھان مارا ہے لیکن اسے ایمان کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

”رسولوں کو ہم اس کام کے سوا اور کسی غرض سے نہیں بھیجتے کہ وہ بشارت اور تنبیہ کی خدمت انجام دیں۔ مگر کافروں کا یہ حال ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہوں نے میری آیات کو اور ان تنبیہات کو جو انہیں

کی گئیں مذاق بنالیا تھا‘‘۔

(1) اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا تا کہ قیامت کے دن کوئی لاعلمی کا بہانہ نہ کر سکے۔ چنانچہ رسولوں کی ذمہ داری جھٹلانے والوں کو نہ معجزہ دکھانے کی ہے اور نہ ان کے مطالبات پورا کرنے کی۔ ان کا کام ایمان لانے والوں کو خوشخبری دینا اور انکار کرنے والوں کو برے انجام سے ڈرانا ہے۔ وہ آخری وقت کے آنے سے پہلے انہیں انجام سے خبردار کرتے ہیں مگر بیوقوف لوگ اس سے سبق حاصل کرنے اور فائدہ اٹھانے کی بجائے اسی برے انجام کو دیکھنے کی ضد کرتے ہیں جن سے رسول انہیں بچانا چاہتے ہیں۔ وہ ایمان لاکر سدھرنے کی بجائے اپنے انجامِ بد کو جلد اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی جلدی مچا رہے ہوتے ہیں۔ ایمان سے انکار کر کے وہ اپنی صلاحیتوں کو ختم کر چکے ہوتے ہیں اس لیے ان عقل کے اندھوں سے تو یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اُلٹے سیدھے مطالبات کریں اور اپنے انجام سے بے فکر رہیں۔

(2) اہلِ کفر باطل ہتھیاروں سے حق کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی رسولوں سے کہتے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح ہی کے انسان ہو بھلا انسان کو اللہ اپنا رسول بنا کر کس طرح بھیج سکتا ہے؟ کبھی کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو رسول بنا کر بھیجنا تھا تو فرشتے کو بھیج دیتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار بدترین کفر اور تکذیب ہے اسی طرح باطل دلائل کے ذریعے جدال یعنی حق کا مقابلہ کرنا بھی انتہائی مذموم اور ناپسندیدہ حرکت ہے۔ اسی طرح رسولوں کو انسان کہہ کر ان کا انکار کرنا بھی مجادلہ بالباطل ہے یعنی باطل دلائل کے ساتھ حق کو جھٹلانا اور مذاق اڑانا ہے۔ ایسا کرنے سے وہ ایک طرف ایمان لانے سے محروم ہو رہے ہیں اور دوسری طرف عذاب الٰہی کے مستحق بن رہے ہیں۔ مزید برآں وہ اپنی ان چالوں سے لوگوں کے قبولِ ایمان میں بھی رکاوٹ بن رہے ہیں لہٰذا ان کی گمراہی کا وبال بھی ان پر پڑے گا اور یہ دوہری سزا کے حق دار ہوں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

’’اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جسے اس کے رب کی آیات سنا کر نصیحت

کی جائے اور وہ ان سے منہ پھیرے اور اس برے انجام کو بھول جائے جس کا سروسامان اس نے اپنے لیے خود اپنے ہاتھوں کیا ہے۔ (جن لوگوں نے یہ روش اختیار کی) ان کے دلوں پر ہم نے غلاف چڑھا دیے ہیں جو انہیں قرآن کی بات نہیں سمجھنے دیتے اور ان کے کانوں میں ہم نے گرانی پیدا کر دی ہے۔تم انہیں ہدایت کی طرف کتنا ہی بلاؤ وہ اس حالت میں کبھی ہدایت نہ پائیں گے‘‘۔

سب سے بڑا ظالم وہ شخص ہے جسے قرآن مجید کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جائے مگر وہ ماننے کی بجائے اس سے روگردانی کرے۔حق کو جھٹلانے کی وجہ سے وہ جس انجام کا مستحق ہو چکا ہے اس طرف دھیان نہ جائے کہ اس کی کیا سزا ملنے والی ہے؟ حق سے منہ موڑنے اور ہٹ دھرمی اختیار کرنے والے شخص کے دل پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے کان حق بات سننے سے بہرے ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد کوئی اسے سیدھی راہ کی طرف بلائے تو ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ایسے لوگ پھر مانا نہیں کرتے بلکہ ہلاکت کے گھڑے میں گر کر ہی ان کو یقین آتا ہے کہ یہ ہلاکت کا راستہ ہے۔ان کی یہ کیفیت اپنے تعصب اور بد عملی سے پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ یہ لوگ اپنے کرتوتوں کے باعث اس انجام کے مستحق ہو چکے ہیں۔لہٰذا ان کے معاملے کو چھوڑ دیا جائے اور صبر کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی آیات سے مسلسل روگردانی ہدایت کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔انسان کے دل پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے لیے اپنی اصلاح کرنے کا موقع ختم ہو جاتا ہے۔ایسے شخص کو پھر کوئی شخص ہدایت کی طرف نہیں لاسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔جن احکام پر عمل کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہو ان کے لیے خصوصی طور پر فکر مند رہا جائے۔اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا کی جائے اور عمل کی توفیق مانگی جائے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾

''تیرا رب بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ وہ ان کے کرتوتوں پر انہیں پکڑنا چاہتا تو جلد ہی عذاب بھیج دیتا مگر ان کے لیے وعدے کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ یہ عذاب رسیدہ بستیاں تمہارے سامنے موجود ہیں، انہوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کی ہلاکت کے لیے ہم نے وقت مقرر کر رکھا ہے''۔

کفار کے کرتوت ایسے ہیں کہ عذاب پہنچنے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہ ہو مگر ان کو تباہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم مانع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت کسی سے قصور سرزد ہو اسی وقت سزا دے۔ وہ اپنی بے پایاں رحمت سے ایسے لوگوں پر اپنی نعمتوں کی بارش کرتا رہتا ہے اور ان سے درگزر فرماتا ہے۔ لوگ جس چیز کے لیے جلدی مچا رہے ہوتے ہیں ان پر وہ ہلاکت نہیں لاتا لیکن جب مہلت ختم ہو جاتی ہے تو پھر مزید وقت نہیں ملتا۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تباہ شدہ بستیوں کی مثال بیان فرمائی ہے جن پر آتے جاتے قریش کا گزر ہوتا تھا۔ ان بستیوں کے واقعات معروف و مشہور ہیں۔ ان کے اُجڑے دیار نمونۂ عبرت ہیں۔ ان لوگوں کو بھی ہلاکت سے پہلے موقع دیا گیا کہ باز آجائیں لیکن جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو انہیں تباہ کر دیا گیا۔ تو اہلِ مکہ تمہاری مہلت بھی ختم ہوا چاہتی ہے۔ تم بھی دینِ حق سے اعراض کر کے اس انجام کے اہل ہو چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اٹل ہے اور اپنا کام کر رہی ہے۔

☆ دنیا عبرت کدہ ہے اور عبرت کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ دوسروں کے انجام سے سبق حاصل کرنا ہی عقل مندی ہے۔ ایسے شخص کو حدیث مبارکہ ﷺ میں خوش نصیب کہا گیا ہے ''اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ'' یعنی ''حقیقی خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے''۔ جب اپنے سر پر پڑتی ہے تب ہوش آ ہی جاتی ہے لیکن اس وقت مہلت ختم ہو چکی ہوتی ہے اس لیے ہوش میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس وقت کے آنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو سدھار لینا عقل مندی ہے۔ (جاری ہے)

رحمتوں اور برکتوں کے مہینے

رمضان المبارک کا استقبال کیجیے

حافظ عطاء الرحمن

رمضان المبارک کا مہینہ رحمتوں اور برکتوں کا سامان لیے سایہ فگن ہونے والا ہے۔ کتب احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ماہِ رمضان کی آمد پر اس کی خاص رحمتیں، برکتیں اور فضیلتیں بیان فرماتے تھے اور مسلمانوں کو ان کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے نیز آپ ﷺ نے رمضان کی برکت و مغفرت سے محروم رہنے کو ہی اصل محرومی و بدنصیبی قرار دیا ہے۔ اسی مضمون کی چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

رمضان المبارک کی فضیلت و برکت

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یُبَشِّرُ أَصْحَابَہٗ: قَدْ جَاءَ کُمْ رَمَضَانُ، شَھْرٌ مُبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ، تُفْتَحُ فِیہِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِیہِ أَبْوَابُ الْجَحِیمِ وَ تُغَلُّ فِیہِ الشَّیَاطِینُ، فِیہِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِنْ أَلْفِ شَھْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَیْرَھَا فَقَدْ حُرِمَ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: ”رمضان کا مہینہ آ گیا ہے، یہ برکت والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزوں کو فرض کیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے

بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم ہو گیا وہ تو محروم ہی ہو گیا''۔

اس حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''رمضان میں جنت کے دوازے کھول دیے جاتے ہیں''۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''اس مہینے میں رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں''۔ گویا جنت اور رحمت اور برکت کے حصول کے لیے اس مہینے میں وافر سامان مہیا کر دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ کُلَّ لَیْلَةٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ هَلُمَّ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ أَقْصِرْ (اور ماہِ رمضان میں ہر رات ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کہ اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے برائی کے طالب! رُک جا)۔ گویا نیکی کی راستے پر آگے بڑھنے اور برائی کے راستے سے پیچھے ہٹنے والے کے لیے کوئی غیبی تائید بھی اس مہینے میں شامل حال ہوتی ہے۔

◯ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ماہِ شعبان کے آخری دن جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا:

یَا اَیُّهَا النَّاس! قَدْ اَظَلَّکُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَ قِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعاً، مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْهِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْر الصَّبْرِ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَ شَهرُ الْمُوَاسَاةِ وَ شَهْرٌ یُزَادُ فِیْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْهِ صَائِمًا کَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُعْطِی اللّٰهُ هٰذا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ شُرْبَةً لَایَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ

النَّـارِ وَمَـنْ خَـفَّفَ عَـنْ مَـمْـلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ اَعْتَقَهٗ مِنَ النَّار

(البیھقی فی شعب الایمان)

''اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اس مبارک مہینے میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں میں کھڑے ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے''۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو روزے دار کو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی لسی پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کا روزہ افطار کروادے اور جو کوئی کسی روزے دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے اور اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کردے گا اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے گا''۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ یَوْمًا وَحَضَرَ رَمَضَانُ: أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ، فِيهِ خَيْرٌ يُغَشِّيكُمُ اللّٰهُ فِيهِ فَتَنْزِلُ الرَّحْمَةُ وَتُحَطُّ الْخَطَايَا وَيُسْتَجَابُ فِيهِ الدُّعَاءُ فَيَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى تَنَافُسِكُمْ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ مَلَائِكَتَهٗ فَأَرُوا اللّٰهَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (طبرانی)

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان کے آنے پر ارشاد فرمایا: ''لوگو! تمہارے پاس برکت والا مہینہ رمضان آیا ہے جس میں بڑی خیر ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، پھر تم پر خاص رحمت نازل ہوتی ہے اور خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کاموں میں سبقت کو دیکھتا ہے تو اپنے فرشتوں سے تم پر فخر کرتا ہے، لہٰذا تم اللہ کو اپنی نیکی دکھاؤ۔ بے شک بدنصیب ہے وہ آدمی جو اس مہینے میں بھی اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہ جائے''۔

- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَمَضَانَ، فَقَالَ: شَهْرٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَ سَنَنْتُ أَنَا قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَ قَامَهٗ اِيمَانًا وَ احْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ (شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو سنت بنایا ہے۔ لہٰذا جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس (میں دن) کے روزے رکھے اور (رات کا) قیام کیا وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے وہ اُس دن تھا جس دن وہ پیدا ہوا تھا۔

رمضان المبارک سے متعلق ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ بڑی رحمتوں اور برکتوں والا ہے لیکن رحمت و برکت کا یہ قیمتی سامان دامن پھیلائے بغیر نصیب نہیں ہوتا یعنی اس کے لیے سعی و جہد انتہائی ضروری ہے۔ اور اس سعی و جہد کے لیے بھی سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمارے لیے بہترین نمونہ اور آپ کے ارشادات میں ہماری بہترین رہنمائی

ہے۔ آپ ﷺ کا فرضِ منصبی اور زندگی کا مقصد تو تھا دعوت الی اللہ، اِعلائے کلمۃ اللہ اور دینِ حق کو غالب کرنا، اس کے لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ اور مسلسل جدوجہد جاری رکھی ہے خواہ رمضان کا مہینہ تھا یا غیر رمضان، خواہ حالات سازگار رہتے یا ناز ساز، لوگوں نے ساتھ دیا یا ساتھ نہیں دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ بدر اور فتح مکہ دونوں ماہِ رمضان میں ہی ہوئے۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ کے رمضان المبارک کے اضافی معمولات ذیل کی احادیث سے واضح ہوتے ہیں

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ اِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَلْقَاهُ، فِي كُلِّ سَنَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ (مسلم)

''رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ اس سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے، ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل آپ ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ ان کو قرآن سناتے تھے یہاں تک کہ وہ مہینہ گزر جاتا۔ پھر جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ کھلی ہوا سے زیادہ سخاوت کرتے تھے''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں جن میں سے ایک ہے کہ ماہِ رمضان میں کثرت سے سخاوت کرنا مستحب ہے اور ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ صالحین کی ملاقات کے وقت اور ان سے الگ ہونے کے بعد زیادہ سخاوت کی جائے اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی درس و تدریس یعنی تعلیم و تعلّم اور سیکھنا وسکھانا زیادہ کیا جائے۔

- جس طرح رمضان المبارک دوسرے مہینوں کے مقابلے افضل ہے اسی طرح اس کے آخری عشرہ کو پہلے دو عشروں پر اضافی فضیلت حاصل ہے اور فضیلت کی رات لیلۃ القدر اکثر و بیشتر اسی آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے اور زیادہ عبادت کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِى غَيْرِهَا (ترمذی)

’’رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں جو جہد اور کوشش کرتے تھے وہ اس کے علاوہ میں نہیں کرتے تھے‘‘۔

ایک اور روایت میں ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ (مسلم) ’’جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ رات بھر جاگتے، اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، جدوجہد کرتے اور عبادت میں زیادہ مشغول ہو جاتے‘‘۔

گویا دن کے روزے رکھنا، تراویح کا اہتمام، نیکی کے کاموں میں خوب مال خرچ کرنا، صلحاء کی مجلس میں بیٹھنا اور قرآن پاک کی تلاوت اور درس و تدریس جیسے کاموں میں وقت صرف کرنا اور رات کے اوقات یا ان میں سے ایک معتد بہ حصہ خصوصاً آخری عشرہ میں اور لیلۃ القدر میں عبادت میں گزارنا آپ ﷺ کے رمضان المبارک کے معمولات میں شامل تھا۔ آپ کی اتباع میں ہم مسلمانوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

گزشتہ گناہوں کی مغفرت اور آئندہ کے لیے تربیت

(1) رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت بھی زیادہ عام ہوتی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ بہت سے مواقع اور نیکی کے کام ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتے ہیں مثلاً روزہ رکھنے پر، قیامِ تراویح پر، روزہ افطار کروانے پر، ماتحت لوگوں کے کام میں تخفیف کرنے پر، شب قدر کے قیام پر اور افطار کے وقت، رمضان کی پہلی رات اور رمضان کی آخری رات عام مغفرت کی جاتی ہے اور رمضان کا پہلا عشرہ ہی عشرۂ مغفرت ہے۔ اس مضمون کی چند احادیث سطور بالا میں بھی مذکور ہیں اور چند درج ذیل ہیں

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

’’جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پہلے سب گناہوں کی مغفرت کر دی گئی‘‘

- دوسری روایت میں ہے:

مَنُ صَامَ رَمَضَانَ، اِیمَانًا وَاحُتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنُ ذَنُبِهِ (بخاری)

''جس نے رمضان میں روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پہلے سب گناہوں کی مغفرت کر دی گئی''

- حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُعُدًا لِمَنُ أَدُرَكَ رَمَضَانَ وَلَمُ يُغُفَرُ لَهٗ، اِذَا لَمُ يُغُفَرُ لَهٗ فِيهِ فَمَتٰى؟

''ہلاکت ہے اُس شخص کے لیے جس نے رمضان پایا اور اس کی مغفرت نہ کی گئی، جب رمضان میں بھی اس کی مغفرت نہ کی گئی تو پھر کب؟'' (المعجم الاوسط)

(2) رمضان المبارک کی اہم ترین عبادت روزہ ہے اور یہ اسلام کے ارکان میں سے اہم فریضہ ہے۔ روزہ کی یہ عبادت انسان کی تربیت کا بہترین ذریعہ بھی ہے، اس کے ذریعے انسان اپنے نفسانی تقاضوں پر قابو پانے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔ ان تقاضوں میں سب سے اہم دو چیزیں ہیں: (۱) خوراک (۲) جنسی جذبۂ شہوت۔ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے خوراک ضروری ہے، ورنہ مر جائیں گے اور نسلِ انسانی کی بقا کے لیے جذبہ شہوت یعنی شادی بیاہ ضروری ہے، ورنہ نسل ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ تقاضے جب اندر اُبھرتے ہیں تو انھیں صرف اس سے غرض ہوتی ہے کہ ان کی تسکین ہونی چاہیے۔ بھوک لگتی ہے تو پیٹ کچھ کھانے کو مانگتا ہے۔ اُسے اس سے غرض نہیں ہوتی کہ جو چیز اس میں ڈالی جا رہی ہے وہ حلال ہے یا حرام، بس اس کی تو بھوک مٹنی چاہیے۔ اسی طرح جب جذبہ شہوت بھڑک اُٹھے تو وہ اپنی تسکین چاہتا ہے، جائز راستے سے ہو یا ناجائز راستے سے۔ گویا انسان کا جسمانی وجود ایک گھوڑے کی طرح اور اس کا روحانی یعنی حقیقی وجود اس پر سوار کی طرح ہے۔ اگر گھوڑا منہ زور اور سوار کمزور ہو تو سوار گھوڑے کے رحم و کرم پر ہوتا ہے، وہ جہاں چاہے اس کو گرا دے گا۔ لہٰذا جسمانی تقاضوں پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ روحانی وجود کو طاقتور بنایا جائے، تاکہ وہ بھوک اور شہوت کی شدت کو برداشت کر سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے روزے کی عبادت (یعنی سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک، کھانے پینے کی کوئی حلال چیز بھی

نہ کھانا ہے اور اپنی بیوی سے بھی ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا) انسان کی بہترین تربیت کرتی ہے۔اس تربیت سے انسان باقی گیارہ مہینوں کے سفر زندگی کے لیے ایسا زادِراہ (تقویٰ) حاصل کر لیتا ہے کہ اپنے نفس کے منہ زور تقاضوں پر قابو پا کر عمدہ طریقے سے گزار سکتا ہے۔ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (بے شک بہترین زادِراہ تقویٰ ہے)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہر سال رحمتوں برکتوں کی برسات لے کر آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ ہر شخص اس سے اپنے ظرف کے مطابق ہی حصہ لیتا ہے یعنی جو جتنی زیادہ جدوجہد کرتا ہے وہ اسی کے مطابق اس کی رحمتیں اور برکتیں سمیٹ لیتا ہے اور جو اپنا دامن نہ پھیلائے وہ محروم رہتا ہے ع پھول کھلے ہیں گلشن گلشن، لیکن اپنا اپنا دامن

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ مبارک مہینہ نصیب فرمادے اور اس کی زیادہ سے زیادہ رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بقیہ از ''ماند پڑ جائے گی ہر ملحد مفکر کی چمک''

دل و دماغ میں موجود اسلامی اقدار و روایات کی پاسداری اور مغرب زدہ حکومت کی روشن خیالی کے حوالے سے مرعوبیت سے متعلق تھا تو ہم یہی کہنے پر اکتفا کریں گے کہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں دین سے تعلق اس قدر رچا بسا ہے کہ جسے ختم کرنا تو کجا کم کرنا بھی ممکن نہیں اور جب بھی ایسی مزموم کوشش کی جائے گی تو لوگ دین سے مزید جڑ جائیں گے۔

ے لوٹ کر آجائے گی مخلوق کعبے کی طرف
وقت کے آزر کا بت خانہ سجا رہ جائے گا
ماند پڑ جائے گی ہر ملحد مفکر کی چمک
ضو فشاں عالم میں نامِ مصطفیٰؐ رہ جائے گا

تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود

تعلیم وتربیت کے چند بنیادی اُصول:

بچوں کی تربیت کے ضمن میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱: بچے کو چھوٹی عمر ہی میں کلمہ ''لا الٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ'' کی صحیح ادائیگی کی تعلیم دینی چاہیے اور جب اس کی عمر بڑی ہو جائے تو مذکورہ کلمۂ طیبہ کا یہ معنی ومفہوم اس کے ذہن نشین کرانا چاہیے کہ اللہ کے سوا کائنات میں کوئی سچا معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ساتھ ایمان کے بیج کو بچپن ہی میں بچے کے دل میں بو دینا چاہیے اور یہ بات اس کے ذہن میں بٹھا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو صرف اکیلا بغیر کسی معاون کے ہمیں پیدا کرنے والا، ہمارا روزی رساں اور پیش آنے والی مشکلات میں ہماری مدد فرمانے والا ہے۔

۳: بچوں کے دل میں جنت کے حصول کا شوق پیدا کرنا نہایت ضروری ہے اور اس سلسلے میں ان کو یہ بتایا جائے کہ جنت صرف اس کو ملے گی جو نماز ادا کرے، روزہ رکھے اور اپنے والدین کی اطاعت وفرماں برداری کرے اور ہر وہ کام بجالائے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہوں۔

اسی طرح ان کے دلوں میں جہنم کی آگ کی ہولناکیوں اور وحشتوں کا بھی خوف پیدا

کرنا ضروری ہے اور یہ بات ان کے علم میں لانی چاہیے کہ جہنم میں صرف وہ شخص ہی جھونکا جائے گا جو نماز کی ادائیگی سے غفلت کا شکار ہوا، والدین کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو مول لیا، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کو چھوڑ کر اِنسانوں کے وضع کردہ نظاموں سے رہنمائی حاصل کی اور دھوکا، جھوٹ، سود اور دیگر ناجائز ذرائع سے لوگوں کے مالوں کو ہڑپ کیا۔

۴: نبیِ اکرم ﷺ نے اپنے چچیرے بھائی کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰه.)) (سنن ترمذي)

''جب تو کوئی چیز مانگے تو صرف اللہ سے مانگنا، جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ سے مدد طلب کرنا۔''

مندرجہ بالا حدیث کے مطابق بچوں کو اس بات کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ اپنی تمام ضروریات اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے پیش کریں اور مشکلات میں پھنس جانے کی صورت میں صرف اسی کے حضور اپنے ہاتھ پھیلائیں۔

نماز کی تعلیم وتربیت:

ا: لڑکا ہو یا لڑکی، دونوں کے لیے نماز کی تعلیم وتربیت کی ابتدا بچپن ہی سے کر دینی چاہیے، تا کہ وہ بڑے ہو کر نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کے عادی بن سکیں۔ یہ وہ بات ہے جس کو نبیِ اکرم ﷺ نے ایک صحیح حدیث میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

((عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمُ الصَّلَاةَ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوْا عَشْرًا، وَ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِع)) (صحيح الجامع الصغير)

''تمہارے بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو نماز پڑھنا سکھاؤ اور دس سال کی عمر کو پہنچ کر اگر وہ نماز میں کوتاہی برتیں تو ان پر سختی کرو اور عمر کے اس حصے کو پہنچنے کے بعد ان کی خواب گاہیں الگ کر دو۔''

اس سلسلے میں خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے کے لیے والدین اور استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کے سامنے وضو کر کے نماز ادا کریں، تا کہ بچے ان کو دیکھ کر وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے صحیح طریقے سے واقف ہو سکیں۔ اس کے علاوہ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے

جایا کریں اور گھر میں احکامِ نماز پر مشتمل کوئی کتاب لاکر رکھیں جس کے پڑھنے کا انھیں برابر شوق دلاتے رہیں، تاکہ اس کتاب کے مطالعے سے گھر کے تمام افراد نماز کے احکام سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرسکیں۔ اور یاد رکھیں کہ نماز کی تعلیم کے ضمن میں والدین یا استاد کی طرف سے جو بھی کوتاہی سرزد ہوگی، اس سے متعلق ان کو بہرحال اللہ بزرگ و برتر کے ہاں جواب دینا ہوگا۔

۲: بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینا بھی ضروری ہے، چونکہ قرآنِ پاک کی تلاوت نماز میں کی جاتی ہے، اس لیے ابتدا میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ چھوٹی سورت اور تشہد (التحیات) بچوں کو زبانی یاد کروانا چاہیے، بچوں کے لیے کسی ایسے معلّم (ٹیوٹر) کا اہتمام بھی کرنا چاہیے جس سے وہ تجوید، حفظِ قرآن اور حدیث شریف کی تعلیم حاصل کرسکیں۔

۳: نمازِ جمعہ اور دوسری تمام نمازوں کو مسجد میں مَردوں کی صف سے پچھلی صف میں کھڑے ہوکر ادا کرنے کا شوق بچوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہیے اور اگر کبھی کبھار ان سے کوئی کوتاہی ہوجائے تو ڈانٹ ڈپٹ اور سختی کا مظاہرہ کرکے ان کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کی بجائے نہایت شفقت و محبت کے ساتھ ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جانی چاہیے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہماری سختی کے نتیجے میں وہ سرے سے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں اور ہم ثواب کی امید رکھے رکھے الٹا گناہ گار ٹھہر جائیں۔ اگر ہم ایسے موقع پر اپنے بچپن کے زمانے میں کھیل کود کے شوق کو یاد کرلیا کریں تو ان بچوں کے عذر کو سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی۔

۴: سات سال کی عمر ہی سے بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے، تاکہ جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں تو روزہ ان کی معمول کی زندگی کا حصہ بن چکا ہو۔

محرمات سے بچنے کی تلقین:

۱: بچوں کو کفر کے ارتکاب، گالی گلوچ، لعن طعن اور فضول گوئی وغیرہ بُرائیوں پر خبردار کرتے رہنا چاہیے اور نہایت شفقت و پیار کے انداز میں ان کو یہ باور کرانا چاہیے کہ کفر کا راستہ انسان کے لیے تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔ یہ اس کو جہنم تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہے۔ ہم بڑوں کو بھی چاہیے کہ ہم ان کے سامنے اپنی زبان کا استعمال نہایت محتاط انداز سے کریں، تاکہ ہماری شخصیت ان کے لیے ایک مثالی انسان کی حیثیت اختیار کرسکے۔

۲: ہر وہ کھیل جسے جوّے کی مختلف شکلوں میں کھیلا جاتا ہے، اس کے انجامِ بد سے بچوں کو آگاہ کرنا چاہیے، خواہ یہ کھیل ''لاٹری'' کی شکل میں ہو، یا ''کیرم بورڈ'' کی صورت میں اور چاہے یہ کھیل محض تفریحِ طبع اور وقت گزاری کے لیے ہی کیوں نہ کھیلا جا رہا ہو، اس لیے کہ ایسے کھیل کی ابتدا تو شاید دل بہلانے کی غرض سے ہو، لیکن آخرکار اس سے ان کو باقاعدہ شرطیں لگا کر جوّا کھیلنے کی عادت بھی پڑ سکتی ہے اور جوّا ایسا بُرا کھیل ہے جو آپس میں دشمنیوں کو جنم دیتا ہے اور انسانی زندگی کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔ جوّئے کا یہ کھیل مال اور وقت کے ضیاع کا باعث بھی ہوتا ہے، یہاں تک کہ نمازیں بھی اس کی نذر ہو جاتی ہیں۔

۳: فحش، جنسی لٹریچر اور ایسے ناول پڑھنے، عریاں تصاویر سے لطف اندوز ہونے سے بچوں کو سختی سے روکنا چاہیے۔ یہی نہیں، بلکہ ان کو اخلاق باختہ قسم کی فلموں کو سینما گھروں میں جا کر یا ٹی وی پر دیکھنے سے بھی روکنا چاہیے کیونکہ اس سے ان کے اخلاق پر منفی اثرات مرتب ہوں گے اور ان کا مستقبل تباہ و برباد ہو جائے گا۔

۴: بچے کو سگریٹ نوشی کے اثراتِ بد سے بھی آگاہ کرنا چاہیے اور یہ بات اس کو ذہن نشین کرانی چاہیے کہ دنیا بھر کے حکماء اور اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ سگریٹ نوشی انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس عادت سے جسم کینسر جیسی مہلک بیماری سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس سے دانتوں کی بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں اور ہر وقت مُنھ سے بدبو اُٹھتی رہتی ہے۔ سگریٹ نوشی کی وجہ سے سینے کا اندرونی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے اور جب سگریٹ نوشی کا سرے سے کوئی فائدہ ہی نہیں، بلکہ اس کا وجود انسانی زندگی کے لیے سراسر نقصان ہی کا باعث بنتا ہے تو اس کا استعمال کرنا اور اسے بیچنا حرام ٹھہرتا ہے۔ سگریٹ نوشی سے روکنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو پھل فروٹ اور دیگر اچھی اچھی خوش ذائقہ اور مفید چیزیں استعمال میں لانے کی ضرورت پر زور دینا چاہیے۔

۵: ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم بچوں کو قولی و عملی اعتبار سے سچائی کا عادی بنائیں اور اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ہم ان کے ساتھ ہنسی مذاق کے انداز میں بھی جھوٹ بولنے سے گریز کریں، چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:

مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ: تَعَالَ هَاكَ (خُذْ)، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ فَهِيَ كَذِبَةٌ (مسند احمد)

''جس نے بچے کو کوئی چیز دینے کا بہانہ کر کے بلایا اور پھر وہ چیز اس کو نہ دی تو اس کا یہ عمل اس کے اعمال نامے میں جھوٹ کے طور پر لکھا جائے گا۔''

٦: رشوت، سود، چوری اور دھوکا دہی کے ذریعے کمائے ہوئے حرام مال سے اپنی اولاد کا پیٹ بھرنے سے ہمیں ہر صورت میں احتراز کرنا ہوگا۔ ایسی خوراک ان کی شقاوت و بدبختی کا جہاں باعث بنے گی وہاں ان میں نافرمانی و سرکشی کے جراثیم کو بھی جنم دے گی۔

٧: کسی صورت میں بھی بچوں کے لیے اپنی زبان سے ان کے تباہ و برباد ہونے یا غیظ و غضب کا نشانہ بننے کے لیے بددُعا نہ کریں، اس لیے کہ کوئی گھڑی ایسی بھی ہوتی ہے جس میں جو بھی دعا، یا بددُعا کی جاتی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ فوراً قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کا رویہ بچوں کو مزید گمراہی و سرکشی کے راستے پر دھکیل دیتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ایسے حالات میں ان کے لیے بددُعا کرنے کی بجائے ان کے حق میں یہ دعائیہ کلمات کہیں: ''أَصْلَحَكَ اللّٰهُ'' یعنی اللہ کرے کہ تو راہِ راست پر آ جائے۔

٨: بچوں کو شرک باللہ کے مہلک اثرات سے بھی خبردار کرنا چاہیے اور ان کو بتانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فوت شدہ لوگوں کے سامنے اپنی حاجات کے لیے التجائیں کرنا اور مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے کیونکہ وہ تمام لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ محض اللہ کے بندے ہیں اور وہ نفع و نقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (یونس:١٠٦)

''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تُو اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جائے گا۔''

(جاری ہے)

ماہِ رمضان کی برکتیں کیسے سمیٹیں؟

ع۔ت بنتِ فاروقی

ماہِ صیام وقرآن، ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے۔اس مہینے کا ہماری زندگی میں آنا اور ہمارا اس سے کماحقہ مستفید ہونا بڑی سعادت اور اعزاز کی بات ہے۔ اس ماہِ مبارک کی برکتوں، سعادتوں اور نیک کاموں پر ڈھیروں اجر وثواب سے تو ہم سب آگاہ ہیں ہی، بس ذرا اُن باتوں کو دہرا لیتے ہیں جن کو اختیار کر کے ہم ان برکتوں اور سعادتوں کو زیادہ سے زیادہ سمیٹ سکتے ہیں۔

رمضان کی آمد کا احساس ہوتے ہی ہمارے ذہنوں میں پکوڑے، سموسے، فروٹ چاٹ بلکہ پورا سال کی وہ تمام ترکیبیں اور پکوان آجاتے ہیں جن کے لیے اس مہینے کا انتظار کیا جاتا ہے۔خدارا! یہ پکوانوں اور کھانوں کا مہینہ نہیں، اپنے قلوب واذہان کو لذت کام ودھن سے نکال کر اس مہینے کا آغاز کریں۔گھر کی خواتین اخیر شعبان سے جو باورچی خانے کا رخ کرتی ہیں تو عید کے بعد ہی فارغ ہوتی ہیں۔سحر وافطار تو ہوگا، پیٹ بھی بھرنا ہے مگر سارا رمضان ہی اگر اسی سوچ میں گزر گیا کہ ''آج کیا کیا بنائیں؟'' تو نیکیوں کی لوٹ سیل میں سے کیا سمیٹیں گے۔اس رمضان المبارک، سحر وافطار میں خاندان کے افراد کو اعتماد میں لے کر سادہ اور کم وقت وکم خرچ دسترخوان ترتیب دیں۔ہم بخوبی جانتے ہیں کہ شیطان اس مہینے میں قید کر دیے جاتے ہیں (حدیث)۔غور یہ کرنا ہے کہ میں اور آپ عید اور رمضان کے بعد کیسا طرزِ عمل رکھتے ہیں؟ اگر میرے اور آپ کے شب و روز، عبادات، نمازیں، تعلیم و تعلّم قرآن، اخلاق، معاملات، فکر آخرت اور تقویٰ میں

رمضان کے بعد بہتری ہے تو ماشاءاللہ، ورنہ جائزہ یہ لینا ہے کہ کہیں ہم بھی تو قیدی نہیں تھے اس رمضان!! وقت کے بہترین استعمال اور مداومت عمل کے لیے نظام الاوقات (TIME TABLE) ضرور بنائیے۔ دن اور رات کے چوبیس گھنٹے باقاعدہ پلانڈ اور طے ہوں۔ ٹائم ٹیبل بناتے وقت حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی مستحضر ہوں کیونکہ ''یہ ہمدردی اور صبر کا مہینہ ہے'' (حدیث)۔

رمضان المبارک کے آغاز سے پہلے ہی اس ماہ کی پلاننگ بھی کرلیں۔ نمازوں میں دلجمعی، نوافل میں اضافہ، تلاوتِ قرآن کی کثرت، حفظ قرآن، ترجمہ وتفسیر سمجھنے کے لیے کوشش، مطالعہ حدیث اور اخلاق میں بہتری سب امور کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان 30 دنوں کو پلان کریں۔ اہل خانہ (خصوصاً بچوں) کو بھی ذاتی پلاننگ کی ترغیب دلائیں۔ پلاننگ کے بعد اس کام کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کریں۔

جدید ریسرچ کے مطابق اگر کوئی کام 21 دن تک کیا جائے تو عادت (HABIT) بن جاتا ہے۔ ہماری پورے مہینے کی ٹریننگ یکم شوال کو NIL ہو جاتی ہے۔ ساری عبادات اور ریاضت میں حب الٰہی اور شوق کو ایک لمحہ بھی نظرانداز مت کریں۔ ؎

عشق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام　　میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

روزہ رکھ کر غور کریں کہ کیا میرا روزہ اپنا مقصد حاصل کر رہا ہے؟ روزے کا مقصد لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ہے۔ ''تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو، متقی بنو''۔

روزہ کیسے متقی بناتا ہے؟ کیا رمضان کے بعد ہم زیادہ متقی بن جاتے ہیں؟ کیا روزہ رکھ کر میں اور آپ چھپ کر کچھ کھا لیتے ہیں؟ دو گھونٹ پانی پی لیتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں۔ تو یہی احساس کہ ''اللہ دیکھ رہا ہے'' تقویٰ ہے۔ تو روزہ تو یہ احساس اس درجہ پیدا کر رہا ہے کہ اس رب کے کہنے پر حلال سے رُک گئے۔ تو اس تقویٰ کو اس طریقے سے پرورش کرنا کہ وہ ہمیں باقی زندگی حرام سے روک لے۔ غلط کام کا خیال آئے تو ''اللہ دیکھ رہا ہے'' کا خوف ہمیں وہیں روک لے۔ اس رمضان اپنے روزے سے اس کا مقصد یعنی تقویٰ ضرور حاصل کیجیے۔ آپ کا بڑا روزہ (پوری زندگی والا) بھی اپنا مقصد (جنت اور رضائے الٰہی) حاصل کرلے گا۔ ان شاءاللہ

معاشرے میں تیزی سے پھیلتی بے حیائی اور لادینیت کو روکنے کی اشد ضرورت

ابوفیصل محمد منظور انور

ہم کون ہیں کیا ہیں بخدا یاد نہیں اپنے اسلاف کی کوئی بھی ادا یاد نہیں

اسلامی جمہوریہ پاکستان جو خاص طور کلمہ طیبہ کے نام پر اور رمضان کے بابرکت مہینے کی فضیلت والی رات میں معرضِ وجود میں آیا تھا، کے سرکاری وغیر سرکاری تمام تعلیمی ادارے شاہین صفت مسلم طلباء وطالبات کو اسلامی تہذیب وتمدن کی تعلیم دینے اور مشاہیر اسلام کے اوصاف سے روشناس کرانے کی بجائے مادر پدر آزاد مغربی دنیا کی غلاظت سے بھری معاشرت کی ترغیب دے رہے ہیں۔حکومتی سرپرستی میں مہنگے اور چھوٹے بڑے گروپ آف کالجز وسکولز نے تو بے حیائی پھیلانے کی تمام حدیں پار کر لی ہیں فن فیئر یا کوئی بھی تقریب منعقد کرنے کا بہانہ کر کے باقاعدہ ڈانسرز اور گلوکاروں کو دعوت دے کر موسیقی کے پروگرام کروائے جا رہے ہیں جہاں تعلیم کے نام پر بے حیائی اور عریانی فحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔لارڈ میکالے کے بے خدا نظامِ تعلیم کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی بود وباش کو اپنانے والے اپنے آپ کو اعلیٰ وارفع انسان سمجھتے ہیں۔عام مسلمان جو کبھی مغربی کلچر کو اپنانے سے گریزاں تھے اب ان کے گھروں تک مغربی موسیقی اور بے حجابی دستک دے رہی ہے۔ہم مغربی یورپی مادر پدر آزاد معاشرے کی طرح نہیں کہ ہماری آئندہ نسل کو ہماری آنکھوں کے سامنے تباہ کیا جا رہا ہو اور ہم خاموش رہیں مگر یہ سچ ہے کہ ہم واقعی مجرمانہ خاموشی اختیار کر چکے ہیں۔ایک وقت تھا کہ ہماری

نوجوان نسل کے لیے اسلامی تعمیر سیرت و کردار پر مبنی مثبت پروگرام پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پڑھنے دیکھنے کو ملتے تھے مگر آج معاملہ اُلٹ ہے اخبارات میں بھی اچھے مضامین پڑھنے کو نہیں ملتے۔ ہم عریانی و فحاشی سے مرصّع و رنگین اور بے حیائی کا تڑکا لگے ہوئے بیہودہ مضامین و اشتہارات دیکھنے پر مجبور ہیں ہماری اپنی اصلی شناخت کیا ہے ہم آہستہ آہستہ بھولتے جارہے ہیں۔ جب کسی قوم کو اس کی زبان، تہذیب و ثقافت اور ماضی سے ہٹا دیا جاتا ہے تو پھر اس کی شناخت بھی مٹ جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ غاصب فاتحین نے ہمیشہ محکوم اقوام کو ان کے تاریخی و ثقافتی ورثہ سے محروم کرنے کے لیے کوشش کی تاکہ محکوم اقوام کا کوئی ماضی اور ان کی کوئی انفرادیت باقی نہ رہ جائے جسے بنیاد بنا کر وہ پھر کبھی اپنی شناخت کے لیے تگ و دو کرنے لگیں۔ آج مسلمان محکوم ہو کر اپنے ماضی کو بھول گئے ہیں۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں اس کا احساس دلایا ہے

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

یہ تو معلوم نہیں کہ اس وقت مسلمان اور خصوصاً پاکستانی قوم مفتوح اقوام کے کس درجے پر فائز ہیں۔ ہماری اسلامی تہذیب و ثقافت اور تاریخ ہماری نظروں کے سامنے ختم کی جارہی ہے اور ہم بے حسی کا شکار ہو کر محکومیّت پر خوش ہو رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا نے کیبل مافیا کے ذریعے ہم سے ہماری زبان اور شناخت تک چھین لی ہے۔ پڑوسی ملک بھارت کے کارپرداز اپنے پروگراموں، ڈراموں، فلموں اور کارٹونوں میں جو منظر پیش کر رہے ہیں جو بظاہر دلچسپ اور معلوماتی نظر آتے ہیں مگر ان کے ذریعے اسلام بیزار لوگوں نے ثقافتی یلغار کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جو اپنے نظریات اور کلچر کو بڑی چالاکی سے ہمارے بچوں کے ذہنوں پر نقش کر رہے ہیں وہ نا صرف ہمارے لیے بلکہ پوری انسانیت کے لئے سَمِّ قاتل ہے۔ بھارتی و مغربی دنیا کی اس ثقافتی یلغار نے ہمارے مسلم معاشرے کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے ہیں ان کی دیکھا دیکھی پاکستانی چینلز بھی ہماری مسلم شناخت کو ختم کر کے تباہی و بربادی کی طرف دھکیلنے میں ان کے ساتھ برابر کے ذمہ دار ہیں اس طرح ہمارے عقائد و نظریات ہی نہیں تبدیل ہو رہے بلکہ ہماری اسلامی معاشرتی قدروں کو بھی پامال کیا جارہا ہے۔ ان کے پروگرامز، فلمیں سب بے حیائی، جھوٹ اور فراڈ کی

کہانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، عشق ومحبت کی داستانوں کے علاوہ ڈراموں اور فلموں میں ایسے واہیات سین دکھائے جاتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ اسلام دشمن عناصر برائی کو ایسے انداز میں پیش کر رہے ہیں کہ نیکی کی بجائے برائی زیادہ متأثر کن نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ ایک سازش کے تحت کیا جارہا ہے دھوکہ دہی، مکاری، فحاشی، بے حیائی اور برائی سکھانے کی اکیڈیمیاں دن رات ہمارے گھروں میں کھلی ہوئیں ہیں اور ہم ہیں کہ سب کچھ ہضم کر چکے ہیں کہیں بھی کوئی احتجاج یا مذمت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ لگتا ہے کہ یہ نشہ میں مبتلا قوم بے حسی کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے جسے اپنے جسم کی ٹوٹ پھوٹ، تباہی اور ندامت کا احساس تک نہیں ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی اقبال

اس سلسلے کے ساتھ ساتھ اسلام کے ازلی دشمن یہودی خفیہ سازش کے ذریعے ہمارے نصابِ تعلیم کو تبدیل کر کے اسلام دشمن طاقتوں کی مرضی کا نصاب مرتب کر کے نافذ کیا جا چکا ہے جس میں مشاہیر اسلام اور نامور اسلامی شخصیات خصوصاً فکر اقبال کو یکسر نظر انداز کیا جا چکا ہے اس پر کچھ تعلیمی اداروں میں احتجاج ہوا مگر افسوس صد افسوس کہ اکثریت خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ قوموں کی زندگی میں جب اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں اور وہ اصلاح کی کوشش بھی نہ کریں تو وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہیں۔ ایمانداری سے بتائیں کہ جو کچھ ہم روزانہ پرنٹ میڈیا میں پڑھ رہے ہیں اور الیکٹرانک میڈیا پر دیکھ رہے ہیں ایک مسلم معاشرے کی تشکیل اور اس کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر جو غیر اَخلاقی اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس سے ہماری مستقبل کی نوجوان نسل کیا حاصل کر رہی ہے؟ اقبال کا شاہین صفت نوجوان کہاں کھو یا جا چکا ہے۔ ناچ گانے اور اسی طرح کے واہیات پروگرامز دکھا کر نوجوان نسل کو یورپی اور انڈین کلچر کا دلدادہ بنایا جارہا ہے۔ اسلام دشمن عناصر انٹرنیٹ، موبائل فون، فیس بک اور یوٹیوب اور اس قسم کے دیگر پروگرامز کے ذریعے ایسا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں جس کی سابقہ اَدوار میں نظیر نہیں ملتی۔ ہم آئندہ نسل کو کیا دے کر جا رہے ہیں؟ ان کا مستقبل کیا ہے؟ کیا یہ باعمل، کامل مسلمان بن کر رہیں گے؟ اور

مسلمان ہی مریں گے؟ پچھلے سالوں کے مقابلے میں حالیہ برسوں میں غیر اخلاقی اور دیگر سنگین نوعیت کے جرائم میں آئے روز ہوشربا اضافہ اسی نام نہاد روشن خیال قسم کی تعلیم و تربیت کا شاخسانہ ہے۔ معصوم بچوں اور بچیوں کے ساتھ غیر اخلاقی اور بے راہ روی کے بڑھتے ہوئے واقعات ہمارے حکمرانوں اور مذہبی پیشواؤں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھے مگر پوری قوم لمبی تان کر سو چکی ہے اور بے حسی کا شکار ہو چکی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اٹھیے، جاگیے اور سوچیے کہ مسلمان بن کر ہی زندہ رہنا ہے اور اپنی قوم کے لیے اپنے حصے کا کام بھی کرنا ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے اسلام دشمن اور ان کے ایجنٹ ہماری قومی سلامتی اور اسلامی شناخت ختم کرنے کے درپے ہے ہمیں اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو اغیار کی سازشوں سے بچانا ہے۔ اے مسلم! ایسا نہ ہو کہ تیری بے حسی کا ماتم کرنے والا بھی کوئی باقی نہ رہے۔ اُٹھ اپنے آپ کو پہچان، اپنے اسلاف کو یاد کر اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو جا۔ بے حسی کے شکنجے سے باہر نکل آ۔ اللہ پر بھروسہ اور توکل کر۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے مگر ہمارے بھولے ہوئے بچے کی صبح اور شام کے درمیان تو تقریباً 75 برسوں کا فاصلہ موجود ہے۔ یہ دنیا ہے یا روز محشر ہمارا بھولا صبح کو بچہ تھا اور اب پیرانہ سالی میں قدم رکھ چکا ہے مگر ابھی تک بھولا ہی ہوا ہے اور ہم گزشتہ سات عشروں سے بھولے ہوئے ہیں۔ آیئے اپنی صفیں درست کریں اور اپنے نصب العین کی طرف راغب ہو جائیں کیونکہ ہمیں ہی تو اقوامِ عالم کی قیادت کا فریضہ سونپا گیا تھا مگر ہم تو اپنی حالت ہی نہیں بدل رہے دوسروں کی حالت کیا بدلیں گے اسلام دشمنوں اور اغیار کی تقلید سے کیا حاصل ہوا ہے اور آئندہ کیا حاصل ہوگا؟ اسلام دشمنوں کی دوستیاں اور اپنی دنیاوی ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لیے ان کی تہذیب و ثقافت اپنانے سے کچھ بھی تو ملنے والا نہیں ہے۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

''ماند پڑ جائے گی ہر مُلحِد مُفکّر کی چمک''

ڈاکٹر ممتاز عمر

پاکستان کے حکمران بھی روشن خیالی کے بڑے دعویدار رہے ہیں مگر اس سب کے باوجود پاکستان کے دینی مدارس سے غیر ملکی طلبہ کا اِخراج، مدارس کی مالی امداد کی بندش، مدارس کے نظامِ تعلیم کے بارے میں پابندیاں ان سب کے باوجود دینی شعور اور نئی نسل میں قرآن سے لگن کو کم نہ کیا جا سکا۔ ہماری حکومت سال کے گیارہ مہینے روشن خیالی کا درس دیتی اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے مغرب اور ہنود کی تہذیب و کلچر کو فروغ دینے میں کوشاں رہتی ہے مگر رمضان المبارک کا چاند دیکھتے ہی ان روشن خیال افراد اور ان کے آقاؤں پر اوس گرتی ہو گی کہ تمام تر کوششوں کے باوجود یہ پاکستانی قوم اسی نظام کے تابع نظر آتی ہے جس سے چھٹکارا دلانے کے لیے ہم نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر ڈالیں۔ چاند دیکھتے ہی نوجوان، بچے اور بوڑھے مساجد کا رُخ کرتے ہیں۔ نمازیوں کی بڑھتی تعداد، مساجد کی کمی اور اس کی وسعت کے محدود ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ شہر ہو یا گاؤں، بستی چھوٹی ہو یا بڑی، مسجد بڑی ہو یا چھوٹی، پختہ ہو یا کچی نمازیوں سے بھری تراویح کے اہتمام کے ساتھ روح پرور مناظر، نمازِ فجر میں مقتدی حضرات کی اتنی بڑی تعداد کے امام صاحب تلاوت کرتے ہوئے فرطِ جذبات سے سرشار، خوش گلو انداز میں دلوں کو مسخر کر لینے کا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ پھر افطار کے وقت گھروں سے لوگ اپنے بچوں کے ذریعے پڑوسیوں کے یہاں افطاری بھیج رہے ہیں۔ بس اسٹاپوں پر اسٹال لگائے کھڑے ہیں کہ مسافروں کو روزہ افطار کروائیں۔ اب تو

حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ خواتین کے لیے تراویح کی جماعت کا اہتمام کیا جانے لگا ہے۔

رمضان المبارک کا چاند دیکھتے ہی لوگ خیر کے کاموں کی طرف دوڑتے نظر آتے ہیں، زکوٰۃ دی جارہی ہے، فطرے کی ادائیگی ہورہی ہے، اصحابِ خیر غرباء میں راشن، کپڑے اور دیگر ضروریاتِ زندگی تقسیم کر رہے ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر روشن خیال حکومت اور اس کے اربابِ اختیار بھی افطار ڈنر کراتے اور اس میں شرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ الیکٹرونک میڈیا مغربی موسیقی نشر کرنے سے تو باز نہیں آتا مگر پانچوں نمازوں کے لیے اذان نشر کرنے کا اہتمام کرتا ہے کچھ دیر کے لیے ہی سہی نعتیہ کلام اور صبح کے وقت درسِ قرآن، قصص القرآن وغیرہ اور عشاء کے بعد خانہ کعبہ سے براہِ راست تراویح نشر کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لگتا کچھ یوں ہے کہ اس حکم کا مکمل اطلاق ہوگیا ہے کہ شیاطین پابہ زنجیر کردیے گئے ہیں۔ گزشتہ دہائیوں سے عمرے کی سعادت حاصل کرنے والے پاکستانیوں کی تعداد گذشتہ دو سالوں کے علاوہ ایک لاکھ سے تجاوز کرتی رہی ہے۔ مساجد میں اعتکاف کرنے والوں کی تعداد میں اس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کہ مساجد کی انتظامیہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتی ہے۔ ہر سال اعتکاف کرنے والے لوگوں کی تعداد بڑھانے کے لیے مساجد میں انتظامات کیے جاتے ہیں مگر تیسرے عشرے کے آغاز پر نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اجازت اور جگہ نہ ملنے پر افسردہ اور پر ملال دکھائی دیتی ہے۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر ایک بار پھر لوگوں کا یہی جوش وخروش امریکہ اور اس کے حواریوں کے روشن خیال نظریات پر بجلی بن کر گرتا ہے۔ ہر سال یہ واویلا کہ مہنگائی بڑھ گئی ہے، جانور نہیں ملتا مگر قربانی کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور گذشتہ کئی سالوں سے فلاحی تنظیموں کا یہ کردار کہ قربانی کا گوشت غریب بستیوں میں تقسیم کرنے کا اہتمام قربانی کے اصل مقصد کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ قربانی کی کھالیں کبھی کبھار وجہ نزع بن جاتی ہیں۔

ایک سازش کے تحت پاکستان میں بالخصوص یہ کوشش کی گئی ہے کہ قربانی کی کھالوں کی قیمتیں بہت کم کردی جائیں جس کو آسان لفظوں میں اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ 2015ء میں گائے، بکرے اور دنبہ کی کھالوں کی قیمتیں بالترتیب بیالیس سو، سات سو، اور چھ سو روپے تھیں مگر 2016ء سے قیمتوں میں تقریباً دس گنا کمی واقع ہوئی۔ مثال کے طور پر 2021ء میں گائے، بکرا

اور دُنبہ کی کھالوں کی قیمتیں بالترتیب چھ سو، ایک سو پچاس اور پچاس روپے تھیں۔ یہ اور حیرت انگیز ہے کہ کھالوں کی قیمتوں میں تو خاص کمی ہوئی ہے مگر چمڑے کی قیمت میں خوب اضافہ ہو رہا ہے۔

میری دانست میں یہ سب کچھ امریکہ اور مغرب کو خوش کرنے کے لیے کیا گیا ہے ممکن ہے ٹینڈ ریس کے مالکان کو پابند کیا گیا ہو کہ وہ کھالیں کم قیمت پر خریدیں تاکہ مدارس کی آمدنی کم ہو سکے کیونکہ ان کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ قربانی کی کھالیں ہوا کرتی ہیں تو اس طرح مدارس کی آمدنی کم ہونے سے ان کی سرگرمیاں جاری رکھنا ممکن نہ رہے گا۔ رہے ادارے تو وہ چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے مجبوراً کم قیمت پر کھالیں فروخت کریں گے کیونکہ اسے طویل عرصے تک رکھ کر انتظار تو نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں مگر اس سب کے باوجود لوگوں کے جذبہ ایمانی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ مدارس اور ان سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ میرے مشاہدے میں تو یہ بھی آیا کہ بعض مدارس نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ اعلان کیا کہ کھالوں کی گرتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر کھالوں کو گھروں سے جمع کرنے کا اہتمام نہیں اس لیے قربانی کرنے والے نہ صرف کھال ادارے تک پہنچائیں بلکہ حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ رقم بھی مدارس اور فلاحی اداروں کو اس تصور کے ساتھ دیں کہ جیسے رقم قربانی کے اخراجات کا حصہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن مدارس اور فلاحی اداروں کی آمدنی کا بڑا دارومدار قربانی کی کھالوں پر ہے وہ نہ صرف اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں بلکہ کارکردگی کے اعتبار سے ان میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

بلاشبہ ہماری حکومتیں اسلام کی بالادستی کا دم بھرتی ہیں مگر حقیقت میں مغرب اور روشن خیال نظریات سے مرعوب نظر آتی ہیں اور ان کے ظاہر و پوشیدہ عزائم اس کا بین ثبوت ہیں۔ گذشتہ دنوں تو یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ ایک پارک کے پلاٹ پر مسجد کی تعمیر کو غیر قانونی قرار دے کر منہدم کرنے کے احکامات جاری کیے گئے حالانکہ اس مسجد کے قریب پارک کے ایک دوسرے پلاٹ پر بلند و بالا عمارت موجود تھی یہی نہیں حکومت نے سرکاری خرچ پر شاید ہی کوئی مسجد تعمیر کی ہو اور کوئی پلاٹ آبادی کے تناسب سے مساجد کے لیے مختص کیا جاتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ضرورت کے پیش نظر مساجد تعمیر کرنی پڑ جاتی ہیں۔ جن میں سے اکثر کو بعد میں ریگولرائز کرایا جاتا ہے۔

ہمارا اصل موضوع تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باشندوں کے (باقی برصفحہ 50)

روزہ اور قرآن مجید کی شفاعت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

اَلصِّيَامُ وَ الْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَىْ رَبِّ، اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَ يَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)“

البیھقی، عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

فرمودۂ اقبال

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے!
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمھیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے
قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

(کلیاتِ اقبال، نظم جوابِ شکوہ)

Vol 16
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
APRIL 2022
No 04

فکرِ فاروقیؒ

ایک حقیقت ——————— ایک تقاضا

پاکستان کا قیام اور لیلۃُ القدر

14؍اگست 1947ء بمطابق 27؍رمضان المبارک 1366ھ

پاکستان 14؍اگست 1947ء کو وجود میں آیا جس کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں۔ لوگ پاکستان کے حق میں اسی لیے تھے کہ یہاں قرآن کا قانون ہوگا۔ ’پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ‘ کا نعرہ اسی حقیقت کا آئینہ دار تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مطالبے کو منظور فرمالیا اور پاکستان عطا فرمادیا اور 13 اور 14 اگست کو رات بارہ بجے اعلان ہوا کہ یہ ریڈیو پاکستان ہے۔ کروڑوں لوگوں نے سنا۔ یہ رات 27 ویں رمضان المبارک 1366ھ تھی اور نزولِ قرآن کی رات تھی۔ یہ رات کتنی برکت والی ہے یہ ہر مسلمان جانتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن اور پاکستان کا رشتہ جوڑ دیا۔

آیئے اس رمضان المبارک میں 27 ویں شب (جب ختم قرآن ہو) کو آدھی رات کے وقت تھوڑی دیر پاکستان کے قیام یعنی ظالم مغربی استعمار سے آزادی کے حصول کا موقع سمجھ کر منائیں اور مطالبہ کریں کہ حکومت آئندہ یومِ آزادی ہر سال 14؍اگست کے ساتھ ساتھ 27 رمضان المبارک کو بھی منایا کرے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ لوگ تھوڑی دیر باوضو پاکستان زندہ باد کی آواز بلند کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور بھیگی آنکھوں کے ساتھ پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے دُعائیں کریں اور اس کے لیے تن من دھن لگا دینے کا عہد کریں۔

جہاں جہاں ممکن ہو ہر شخص اپنے دفتر، کارخانہ، کام کی جگہ، سکول وغیرہ میں اس حقیقت کا اپنی حیثیت کے مطابق تذکرہ کرے اور دیگر مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرے تاکہ اہالیان پاکستان کے دلوں میں بالعموم لیلۃ القدر کے حوالے سے مذہبی جذبہ پیدا ہو اور مذہبی لوگوں میں ملک میں قرآن مجید کی تعلیمات اور احکام پر عمل درآمد کرنے اور اس کے نفاذ کا داعیہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ جلد پاکستان کو قرآن پاک کی برکت سے قرآن پاک کے احکام پر عمل کرنے والے لوگوں کی سرزمین بنادے، آمین۔